11

ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

نومبر 2003ء
رمضان ۱۴۲۴ھ

رمضان المبارک ★ سال کا دل

عقیدۂ توحید اور قادیانی گستاخیاں

او آئی سی اور مسلم اُمّہ کے مستقبل کا نوحہ

اُلو کے زیرِ سایہ ....!

بیاد

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ
مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ
نوابزادہ نصر اللہ خان (مرحوم)

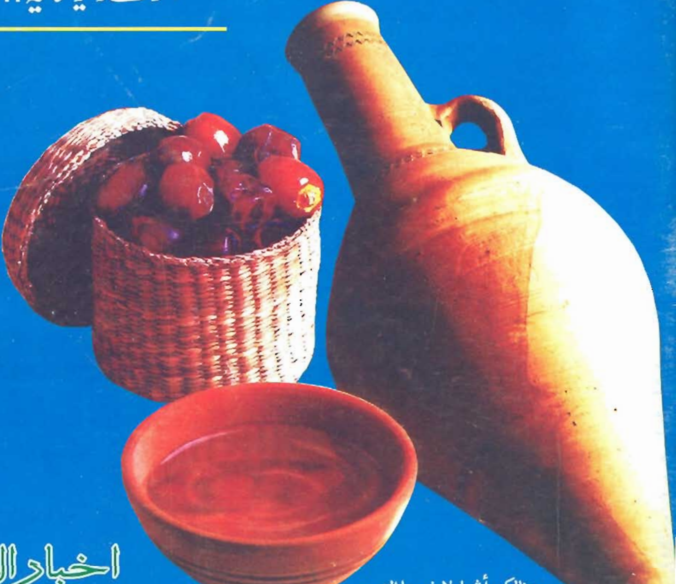

اخبار الاحرار

هنالک أشياء لا يغيرها الزمن
Some things are best unchanged

نورِ ہدایت

القرآن 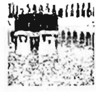

''روزں کا مہینہ' رمضان کا مہینہ ۔ ہے جس میں قرآن نازل ہوا' جو لوگوں کا راہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کُھلی نشانیاں ہیں ۔ اور جو (حق و باطل) الگ الگ کرنے والا ہے ۔ تو جو کوئی تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو چاہیے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے ۔''

(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

الحدیث

''اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا عشرۂ اخیرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے یعنی پوری رات عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں یعنی ازواجِ مطہرات اور دوسرے متعلقین کو بھی جگا دیتے تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصّہ لیں ۔''

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

الآثار

''ایک ارب تیس کروڑ کی آبادی پر مشتمل مسلمان' چند لاکھ یہودیوں کے ہاتھوں شکست نہیں کھا سکتے ۔ تاہم فتح حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو میدانِ عمل میں آنا ہوگا ۔ محض مذمتیں کرنے سے مسلمانوں کے دکھوں کا مداوا نہیں ہوگا، نہ ہی ہماری مذمتوں سے دشمن اپنا راستہ تبدیل کریں گے ۔ اسلام کسی ایک دور کا نہیں ہر دور کا مذہب ہے ۔ اسلام تبدیل نہیں ہوگا ۔ ہمیں دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے خود کو تبدیل کرنا ہوگا ۔ اسلامی دنیا کا کوئی ملک حقیقی معنوں میں آزاد نہیں ۔ مسلمانوں کو اندازِ حکمرانی، اپنے رویے اور سوچنے تک کے لیے بااثر قوموں سے پوچھنا پڑتا ہے ۔ جمہوریت' مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی سازش ہے ۔ جمہوریت نے مسلمانوں کو سیاسی جماعتوں اور گروپوں میں بانٹ کر رکھ دیا ہے جو حکومت نہیں بنا سکتا وہ حکومت گرانے کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کرتا ہے اور اپنے ہی ملک کو کمزور کر کے درحقیقت غیر مسلموں کے ایجنڈے کو پورا کرتا ہے ۔ اسلامی دنیا کو فلاح کے لیے قرآن و سنت کی طرف لوٹنا ہوگا اور حضور ﷺ کی ۲۳ سالہ جدوجہد سے سبق حاصل کرنا ہوگا ۔''

ڈاکٹر مہاتیر محمد (وزیرِاعظم ملائشیا)

(دسویں اسلامی سربراہ کانفرنس سے افتتاحی خطاب)

(پترا جایا ۔ ملائشیا' ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۳ء)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

○ جلد ۱۴ ○ شمارہ ۱۱ ○ نومبر ۲۰۰۳ء ○ رمضان ۱۴۲۴ھ

سید الاحرار حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ
بیاد: سید عطاء اللہ شاہ بخاری

ابن امیر شریعت
بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی
سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

رفقاء تحریر
چودھری ثناء اللہ بھٹہ
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

آرٹ ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک: 150 روپے
بیرون ملک: 1000 روپے
فی شمارہ: 15 روپے

اکاؤنٹ نمبر: 1-5278
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ چوک مہربان ملتان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری ○ طابع: تشکیل نو پرنٹرز
مقام اشاعت
دار بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان
فون: 061-511961

ترتیب

دل کی بات	احرار کا قافلہ ختم نبوت اور آپ کا تعاون	ادارہ / مدیر	۲
	حمد (حکیم خان حکیم) نعت رسول ﷺ (سید ابوذر بخاریؒ)		۴
دین و دانش	ماہِ مبارک کو مکدر نہ کیجیے	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	۶
//	رمضان...... سال کا دل	شاہ بلیغ الدین	۹
افکار	اُلّو کے زیر سایہ......!	سید عطاء المحسن بخاریؒ	۱۱
//	او آئی سی اور مسلم اُمّہ کے مستقبل کا نوحہ	سید یونس الحسنی	۱۳
//	قرار دادیں	جاوید چودھری	۱۶
//	قادیانی، اسرائیل اور پاکستان	عبدالوارث ساجد	۱۸
//	کہیں ایسا نہ ہو کہ......	محمد حمید اللہ جمیل	۲۰
//	مسلمانوں کی بے حسی	حافظ محمد آصف سلیم	۲۲
شخصیت	صدیقؓ اور صدیقہؓ تسلی دیتے ہیں	محمد ارسلان زاہد	۲۴
//	آغا شورش کاشمیریؒ (آخری قسط)	میرزا ادیب	۲۶
//	نواب زادہ نصر اللہ خان (قلمی چہرہ)	شورش کاشمیریؒ	۳۲
//	ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ کی یاد میں	مولانا فقیر اللہ رحمانی	۳۳
//	نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم	سید یونس الحسنی	۳۸
//	مولانا اعظم طارق شہیدؒ...... عزم و استقامت کا پیکر	مولانا زاہد الراشدی	۴۱
ردّ قادیانیت	عقیدۂ توحید اور قادیانی گستاخیاں	مولانا محمد مغیرہ	۴۴
شاعری	قلزم کا خرام (تاثیر وجدان) سفرِ ناتمام (فاروق قیصر) نظمیں (سید کاشف گیلانی) نوابزادہ نصر اللہ خان (علامہ ذوقی مظفر نگری) چل بسا جعفر بلوچ (جعفر بلوچ) غزل (پروفیسر خالد شبیر احمد) فریب (شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی)		۴۶
گوشۂ نسواں	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم...... کامیابی کا پہلا زینہ	شہناز ماجد	۵۱
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات اُن کی	عینک فریمی	۵۴
حسن انتقاد	تبصرۂ کتب	ابوالادیب	۵۵
روشنی	جرمنی میں سابق قادیانی شاعر مظفر احمد مظفر کا قبول اسلام	ادارہ	۵۶

تحریک تحفظ ختم نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

احرار کا قافلۂ ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت اور آپ کا تعاون

عقیدۂ ختم نبوت' اسلام کی روح، ایمان کی جان اور وحدت امت کی اساس ہے۔ اُمتِ مسلمہ کی بقاء واستحکام اسی عقیدہ میں مضمر ہے۔ یہود ونصاریٰ نے تکمیل دین کے اعلان کے بعد پہلی ضرب عقیدۂ ختم نبوت پر لگائی تاکہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ نبی ختمی مرتبت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسودِ عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کو خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جہادِ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ شہید ہوئے مگر انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کے قولِ فیصل ''جو مرتد ہو جائے' اُسے قتل کر دو'' سچ کر دکھایا۔

یوں تو چودہ صدیوں میں تقریباً ایک سو کے قریب ملعون اور جھوٹے افراد نے نبوت کے دعوے کئے اور اپنے اپنے عہد میں عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر جہنم کا ایندھن بنے مگر گزشتہ صدی کے آخر میں ہندوستان کے نصرانی حکمران' انگریز نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لیے ایک ملعون شخص مرزا غلام قادیانی کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ یہ شخص (بقول خود) انگریزوں کا وفادار تھا اور اسی وفاداری کے تحت اس نے پہلے اپنے آپ کو مبلغ ومناظر اسلام کے طور پر متعارف کرایا اور پھر بتدریج مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی و بروزی نبی، پھر نبی اور آخر میں معاذ اللہ محمد (ﷺ) ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور بعد میں علماء دیوبند نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب بڑھا اور محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے فتنۂ قادیانیت کے عوامی محاسبہ کے لیے علماء حق کو تیار کیا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت انور شاہؒ نے پانچ سو علماء کی معیت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کیا اور اُن کے ہاتھ پر فتنۂ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب کے لیے زندگی وقف کرنے کی بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرار اسلام کے تحت ''ختم نبوت وقف'' قائم کر کے قافلۂ ختم نبوت تشکیل دیا۔ مرزا کی جنم بھومی قادیان میں احرار کا دفتر، مدرسہ، مسجد اور لنگر خانہ قائم کیا۔ قادیانیوں نے تشدد، خوف وہراس اور زدوکوب کرنے کے تمام ذلیل ہتھکنڈے آزمائے مگر منہ کی کھائی۔ احرار رہنما حضرت میاں محمد رفیق اور حضرت میاں قمر الدین رحمہم اللہ (لاہور) کو ''ختم نبوت وقف'' کا انچارج بنایا۔ مولانا عنایت اللہ چشتیؒ (ساکن چکڑالہ) کو قادیان میں پہلا مبلغ مقرر کیا' پھر احرار رہنما حضرت مولانا محمد حیاتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا لعل حسین اخترؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مرکز احرار اسلام قادیان میں بیٹھ کر قادیانیوں کو للکارتے رہے اور قادیان کے مسلمانوں کے حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام نے قادیان میں تین روزہ عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کی جس میں تمام زعماء احرار اور ہندوستان بھر کے علماء خصوصاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے حلقہ کے تمام علماء سمیت تائید وحمایت کر کے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی طرف سے مالی تعاون بھی فرمایا۔ اس مشن میں مجلس احرار اسلام کو برصغیر کے تمام علماء کی تائید وحمایت اور دعا وتعاون

حاصل تھا۔ الحمدللہ قادیانیوں کی ہوا اکھڑ گئی اور احرار کے قافلۂ ختم نبوت کو فتح حاصل ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی سازش تیار کی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے اُن کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہو گئے۔ مجلس احرار اسلام نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء کو متحد کر کے کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ مارشل لاء لگا دیا گیا اور ہزاروں سرفروشان احرار اور فدائیان ختم نبوت گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہوئے۔ تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ مگر شہداء کا خون رنگ لایا اور ۱۹۷۴ء میں ایک بے مثال تحریک کے نتیجے میں قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ پھر ۱۹۸۴ء میں قانون امتناع قادیانیت جاری ہوا۔ ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (سابق ربوہ) میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد قائم کی‘ جس کا سنگِ بنیاد جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھا۔ ابناء امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے یہاں مدرسہ و مسجد قائم کر کے قادیانی قصرِ غلاظت میں زلزلہ برپا کیا۔

مجلس احرار اسلام کا یہ قافلۂ ختم نبوت آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ پاکستان میں اس وقت تیس مراکز ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت کے عمل خیر میں مصروف ہیں۔ برطانیہ میں جناب شیخ عبدالواحد اور جرمنی میں جناب محمد اعظم ’’احرار ختم نبوت مشن‘‘ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چناب نگر (ربوہ) میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ہمہ وقت مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار میں موجود ہیں۔ نیز مولانا محمد مغیرہ مبلغین ختم نبوت تیار کر رہے ہیں۔ مرکز احرار لاہور میں ہر سال تحفظ ختم نبوت کورس منعقد ہوتا ہے۔ ردّ قادیانیت پر ہزاروں روپے کا لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ جناب عبداللطیف خالد چیمہ (مرکزی ناظم نشر و اشاعت مجلس احرار اسلام) برطانیہ، سعودی عرب اور پاکستان میں باقاعدگی سے دورے کر کے ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کر رہے ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد اور چودھری ثناء اللہ بھٹہ اپنے رفقاء کی بہترین صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر قادیانیت کے محاسبہ و تعاقب میں سرگرم و فعال ہیں۔

مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدارس و مراکز، اساتذہ و مبلغین، طلباء کی رہائش، خوراک، علاج اور لٹریچر کی اشاعت وغیرہ پر سالانہ اخراجات تقریباً ایک کروڑ روپے ہیں۔ جدید تعمیرات اور مراکز کے لیے اراضی کی خرید کا معاملہ بجٹ کی کمی کی وجہ سے معلق ہے۔ تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی جماعت‘ احرار اور قافلۂ ختم نبوت کے معاون بنیں اور رمضان المبارک میں اپنی زکوٰۃ و صدقات اور عطیات سے احرار ختم نبوت مشن کو مضبوط کریں۔ اللہ کی رضا کے لیے خرچ آپ کریں، دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔ (ان شاءاللہ)

ترسیل زر بنام:	سید محمد کفیل بخاری‘ دارِ بنی ہاشم‘ مہربان کالونی‘ ملتان فون 061-511961
بذریعہ بینک:	مدرسہ معمورہ‘ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017- یو بی ایل‘ کچہری روڈ ملتان

حکیم خان حکیم

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

سزا وارِ ثنا تُو ہے
جہاں بھر کا خدا تُو ہے
نہیں تیرے سوا کوئی
فقط مشکل کشا تُو ہے

شہنشاہوں ، گداؤں کو
رزق کرتا عطا تُو ہے
دکھی دل بے سہاروں کا
ازل سے ہم نوا تُو ہے

وہاں دُوجا نہیں کوئی
جہاں جلوہ نما تُو ہے
تجھے ڈھونڈے کہاں کوئی
عقل سے ماورا تُو ہے

تری پوجا مَیں کرتا ہوں
مرے دل میں بسا تُو ہے

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

نعتِ رسول ﷺ

اُن کی چشمِ عنایت ہوئی مُلتَفِت
مجھ سے عاصی کو اُن کا پیام آ گیا
عمر بھر کے ترستے ہوئے رِند کو
بادۂ عشق و مستی کا جام آ گیا

میرے کام و دَہن کو حَلاوت ملی
آنکھیں روشن ہوئیں ، قلب مسرور ہے
رُوح مخمور ہے ، بخت بیدار ہے
میرے لب پر محمد کا نام آ گیا

مدّتوں بعد اِذنِ حُضوری ملا
میری قسمت کا تارا گیا اَوج پر
کچھ گناہوں کو آنسو بہا لے گئے
کچھ میرا جذبِ صادق بھی کام آ گیا

صحنِ مسجد بنا جلوہ گاہِ نبی
دست بوسی کا اعزاز بخشا گیا
ایک ذرّہ بنا رشکِ شمس و قمر
بادشاہوں کی صف میں غلام آ گیا

دَم بخود مُہر برلب ، دلِ پُرجُنوں
اشک بار آنکھیں حیرت کی تصویر تھیں
یوں ہوئے مَحوِ دیدار ہم دوستو
راہِ اُلفت میں یہ بھی مقام آ گیا

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ

ماہ مبارک کو مکدّر نہ کیجئے

رمضان بڑا مبارک مہینہ ہے، اس میں نیکیوں کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنی چاہیے اور الحمد للہ ہر مسلمان کچھ نہ کچھ خیر کی طرف اس ماہ میں ضرور بڑھتا ہے۔ اس ماہ نیکیوں کی کیا اور رمضان کی کیا خصوصیات ہیں۔ عام طور سے اُمّت مسلمہ اس سے واقف ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ''حسنات رمضان'' کے ساتھ ساتھ مروّجہ منکرات کی بھی نشاندہی کردی جائے یعنی ان برائیوں کا ذکر کر دیا جائے جو اس مہینہ میں عموماً لوگوں سے سرزد ہوتی ہیں' کیونکہ شیطان ہر ممکن طریق سے نیک بندوں کا روڑا بننے کے ڈھنگ نکالتا ہے۔ اور منکرات کو رواج دینے میں اس طرح کامیاب ہوجاتا ہے کہ اکثر عوام بلکہ خواص بھی برائی کو نیکی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور گناہ کو ثواب سمجھ کر کرتے رہتے ہیں' سالہا سال کے مشاہدات اور تجربات کے بعد مروجہ منکرات حیطۂ تحریر میں لا رہا ہوں:

۱) ایک بہت برا رواج یہ ہوگیا ہے کہ کمسن بچوں کو روزہ رکھا کر بچے کا فوٹو اخبارات میں شائع کرایا جاتا ہے۔ اس میں دو باتیں قابل ذکر ہیں:

اوّل: یہ کہ کمسنی ہی میں بچے کے ذہن میں ریاکاری کا بیج بو دیا جاتا ہے اور بچے کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ روزہ رکھنا ایسا کام ہے جس کو اخبار میں دینا چاہیے' اور نیکی کو اچھالنا بھی ایک ضروری کام ہے، العیاذ باللہ! روزہ رکھنا نہیں بلکہ شہرت مقصود ہے' سب جانتے ہیں کہ ریاکاری نیکیوں کی آری ہے اس کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی' نیکی نہیں رہتی۔

دوم: تصویر کھنچوانا اور اخبارات میں شائع کرانا یہ مستقل گناہ ہے' ریاکاری کے ساتھ تصویر کے گناہ میں ملوث ہوتے ہیں' بچے سے ایک نیکی کرائی اور خود گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوئے' یہ کیسی نادانی ہے؟ مسلمانوں کو اپنے ہر عمل کے بارے میں سوچنا چاہیے کہ اللہ کی رضا مطلوب ہے یا اور کچھ؟

۲) ایک رواج یہ ہے کہ افطار کی دعوتیں دی جاتی ہیں' اور جب سے کمسن بچوں سے روزہ رکھا کر ریاکاری کا سلسلہ چلا ہے اس وقت سے ان دعوتوں کا رواج اور زیادہ زور پکڑ گیا ہے' دعوت وضیافت تو اچھا کام ہے مگر اس کے ساتھ یہ جو مصیبت کھڑی ہوگئی ہے کہ افطار کرتے کرتے نماز مغرب بالکل چھوڑ دیتے ہیں یا باجماعت ترک کردیتے ہیں' یہ ایک عظیم خسارہ ہے۔ اگر دعوت نہ ہوتی تو جماعت کی نماز مسجد میں پڑھتے اور ۲۷ نمازوں کا ثواب پاتے مگر دعوت نے یہ سب ثواب ضائع کردیا' کیا مزا رہا جب دعوت انسانی کی وجہ سے دعوت رحمانی کی شرکت سے محرومی ہوگئی جس کی طرف حی علی الفلاح کے ذریعہ منادیٔ

ربانی نے بلایا تھا‘ بعض حضرات تو بالکل جماعت ترک نہیں کرتے بلکہ افطاری کے بعد بے نمازی بلکہ بے روزہ دار مہمانوں کو چھوڑ کر مسجد میں پہنچ کر ایک دو رکعت پا لیتے ہیں۔ان میں وہ حضرات بھی ہوتے ہیں جو دوسرے مہینوں میں صف اوّل اور تکبیر اولیٰ ناغہ نہیں ہونے دیتے‘ مگر رمضان جیسے مبارک ماہ میں جواز دیاد حسنات (نیکیاں زیادہ کرنے) کا مہینہ ہے صف اوّل اور تکبیر اولیٰ کے عظیم ثواب کو افطاری کی نذر کر دیتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔ اور ہاں بعض ضیافتوں میں مولوی، حافظ، قاری حضرات موجود ہوتے ہیں‘ یہ صاحب دعوت ہی کے گھر میں جماعت کی نماز پڑھا دیتے ہیں۔ جماعت کا ثواب تو مل جاتا ہے مگر دو باتیں اس میں بھی قابل توجہ ضروری ہیں‘ ایک تو وہی بات جو ابھی عرض کی گئی کہ جس ماہ میں زیادہ نیکیوں کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اس میں بڑی جماعت کی شرکت چھوڑی اور مسجد جانے پر جو ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے اس سے محروم ہوئے‘ دوسرے یہ کہ مسجد کی جماعت چھوڑ کر گھروں میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں کرنا شریعت کے مزاج کے خلاف ہے اور سُنّت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کے ساتھ بالکل اس کا جوڑ نہیں بیٹھتا‘ ہر نیک کام کی رفعت و بلندی کا معیار سُنّت کے مطابق ہونا ہے۔تھوڑا تھوڑا ہٹنے سے آگے چل کر بہت زیادہ ہٹ جاتے ہیں‘ بہت سی بدعتوں نے اسی طرح رواج پایا ہے۔

شاید کوئی صاحب یہ خیال فرمائیں کہ دعوت جیسی نیکی سے روکا جا رہا ہے حالانکہ یہ سُنّت کا کام ہے‘ سُنّت ہونے میں کیا شک ہے‘ مگر نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنا کیا سُنّت نہیں ہے؟ ضرور سُنّت ہے اور بہت بڑی سُنّت ہے‘ اس کو ترک نہ کرو‘ اور دعوت بھی خوب کھاؤ‘ جس کا طریقہ یہ ہے کہ صاحب دعوت سے کھجوریں لے کر افطار کر لیں اور نماز با جماعت مسجد میں ادا کریں اور نماز سے فارغ ہو کر اچھی طرح ماحضر نوش جان فرمائیں۔

بات یہ کہ شریعت کی پاسداری ملحوظ خاطر ہو تو ہر بات کا دھیان رہے‘ چونکہ دنیاداری کے اصول پر ادلے بدلے کے عنوان سے دعوتیں ہوتی ہیں‘ بلکہ الیکشن جیتنے تک کے مضمرات اس میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ووٹروں اور سپورٹروں کو دعوت کے ذریعہ مانوس کیا جاتا ہے اور یہ دعوتیں چیئرمینوں اور ممبروں بلکہ وزیروں اور ان کے مشیروں اور عزیزوں کو بطور رشوت کھلائی جاتی ہیں‘ اس لئے شریعت کے اصول کا خیال نہیں رہتا۔ خدارا ذرا غور کریں کیا ایسی دعوتیں سُنّت ہیں جن پر نماز یا نماز با جماعت کو قربان کیا جاسکے‘ پھر یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نام تو ہے ’’افطار پارٹی‘‘ کا‘ مگر اس میں چونکہ مندرجہ بالا اصول کے مطابق دعوت دی جاتی ہے اس لئے اکثر بے روزہ دار بھی تشریف لا کر دعوت اُڑاتے ہیں۔ **کلّا بل لّا یخافو ن الاخرة.**

۳) بعض مساجد مں تراویح کا بوجھ اتارنے کے لئے عشاء کی اذان وقت سے پہلے دے دیتے ہیں، حالانکہ اذان وقت ہونے کے بعد ہونی چاہیے۔اور مسجد سے جلد نکل کر ہوٹل میں بیٹھنے کے لئے تیز رفتار حافظ ریل کو ترجیح دیتے ہیں خواہ حروف کٹنے کی وجہ سے ایک آیت بھی صحیح نہ ہو۔

۴) بہت سی عورتیں تراویح نہیں پڑھتی ہیں اور اس کو صرف مردوں کے کرنے کا کام سمجھا جاتا ہے۔حالانکہ نماز تراویح بالغ

مرد وعورت سب کے لئے سُنّت مؤکدہ ہے۔

۵) بعض لوگ پورے ماہ میں تراویح کا خیال نہیں کرتے بلکہ صرف ایک بار قرآن مجید سن لینا کافی سمجھتے ہیں، خواہ جتنے دن میں بھی ختم ہوجائے، حالانکہ تراویح رمضان کی آخری رات تک پڑھنا سُنّت مؤکدہ ہے اور ختم قرآن مستقل سُنّت ہے۔

۶) بعض مساجد میں نابالغ کے پیچھے نماز تراویح پڑھ لیتے ہیں، اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ہونے کے بھی مدعی ہیں، حالانکہ حنفی مذہب میں نابالغ کی اقتداء میں فرض، سُنّت، نفل کچھ جائز نہیں۔

۷) ختم کے دن برقی قمقموں اور رنگ برنگ کی لمبی لمبی لائٹوں سے مساجد کی سجاوٹ کی جاتی ہے اور اس کی دیکھ بھال کے باعث منتظمینِ مسجد اس رات کو نماز باجماعت بلکہ پوری یا آدھی تراویح کی شرکت سے بھی محروم ہوجاتے ہیں، بھلا قلوب کو منور کرنے والے انوار قرآنیہ کے سامنے اس ظاہری آرائش کی کیا ضرورت ہے؟ محققین کے نزدیک یہ سب اسراف اور فضول خرچی ہے جس کے لئے شریعت میں وعیدیں آئی ہیں۔

۸) مشروط یا معروف طریقہ پر تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حفاظ کو خدمت کے نام سے رقم دی جاتی ہے جس کا لینا دینا ناجائز ہے۔

۹) مسجد کی سجاوٹ اور مٹھائی نیز حافظ صاحب کو دینے کے لئے چندہ کیا جاتا ہے جو بہت سے حضرات خوش دلی سے نہیں بلکہ محلّہ کے بڑے لوگوں کا منہ دیکھ کر دیتے ہیں اور وفد جانے کے دباؤ سے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہیں حالانکہ جب تک طیب نفس سے نہ دیا جائے اس وقت تک کسی کا ایک پیسہ لینا بھی حلال نہیں ہوتا، اگر کسی ضرورت سے چندہ کرنا ہو تو صرف ضرورت سامنے رکھ دیں پھر جس کا جی چاہے خود سے دے یا نہ دے۔ وفد بنا کر جانا زور ڈالنے کے لئے ہوتا ہے جو شرعاً صحیح نہیں۔

۱۰) عموماً اکثر مساجد میں اعتکاف کے لئے کوئی نہیں بیٹھتا، حالانکہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سُنّت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، کوئی بھی نہ کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔ بعض جگہ اپاہج قسم کے لوگوں کو روٹی کپڑے کا لالچ دے کر اعتکاف میں بٹھا دیتے ہیں اور یہ لوگ اکثر مسائل سے بھی واقف نہیں ہوتے اور یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اعتکاف مسجد سے باہر رہنے سے فاسد ہوجاتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو اس لئے انتخاب کرتے ہیں کہ مال و دولت والے حضرات مسجد میں دس دن گذارنے کو کسرِ شان سمجھتے ہیں یا دنیاوی مشغولیتوں کو اللہ کے گھر میں رہنے سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، یہ حبِ دنیا ہے۔

۱۱) شبینوں میں یا تہجد کے وقت بعض مساجد یا خانقاہوں میں نوافل کی جماعتیں ہوتی ہیں، حالانکہ غیر فرائض کی جماعت مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر صرف دو تین مقتدی ہوں تو گنجائش ہے لہذا نوافل باجماعت نہ پڑھیں، اگر شبینہ کرنا ہو تو تراویح میں پڑھیں بشرطیکہ سب توجہ سے سنیں، قرآن کی طرف سے بے التفاتی نہ ہو اور ضعیفوں کی رعایت بھی ضروری ہے، ان کے لئے چھوٹی سورتوں سے پہلے تراویح پڑھا دیں۔ وباللہ التوفیق.

شاہ بلیغ الدین

رمضان......سال کا دِل

کوئی نبی ایسا نہیں جس نے روزہ نہ رکھا ہو۔کسی نبی کی اُمت ایسی نہیں، جس پر روزے فرض نہ ہوئے ہوں۔البتہ روزوں کے دنوں اور وقت میں فرق رہا۔حضرت آدم علیہ السّلام نے ہر مہینے کی ۱۳۔۱۴اور ۱۵ کے روزے رکھے۔غالبًا اسی لئے فخرِ آدم ﷺ ایامِ بیض کے روزے رکھتے تھے۔حضرت نوح علیہ السّلام کے بارے میں روایتیں ملتی ہیں کہ وہ مستقل روزہ رکھا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے کوہ طور پر چالیس دن روزے میں گزارے تھے، اس لئے ہر سنیچر کے علاوہ یہودی چالیس دن روزہ رکھنے کے پابند ہوگئے۔چالیسواں روزہ محرم کی دسویں تاریخ کو پڑتا تھا، اسی لئے اسے عاشورہ کہتے تھے۔ یہودی جنتری کے لحاظ سے یہ دسواں دن ساتویں مہینے میں پڑتا ہے۔بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی بننے سے پہلے اور نبی بننے کے بعد بھی آپ ﷺ عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔لیکن مکّی زندگی میں آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو اس کا حکم نہیں دیا۔

مسند ابنِ حنبل کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کا دسواں دن عربوں میں اس لئے اہمیت رکھتا تھا کہ اُس دن غلاف کعبہ بدلا جاتا تھا۔اِس خوشی میں عرب روزہ رکھتے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السّلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو روزوں کے لئے بہت حریص دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ......صومِ داؤدی اختیار کرو!

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن کھاتے پیتے تھے۔ان کے پیروکاروں کے لئے بھی رمضان کے تیس روزے فرض تھے، لیکن عیسائی پیشواؤں نے روزوں کی تعداد گھٹاتے گھٹاتے ان کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔

ہجرت کے اٹھارہ مہینے بعد شعبان ۲ھجری میں روزے فرض ہوئے۔جب روزہ فرض ہونے کا حکم آیا تو ارشادِ ربانی ہوا کہ...... **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ.** سورۂ بقرہ کی اس آیت کا مطلب ہے اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے کی اُمتوں پر لکھا گیا تھا یعنی فرض کیا گیا تھا تاکہ تم اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ! اسی سلسلہ میں آگے چل کر ایک سال کے بعد حکم آیا کہ رمضان کے پورے مہینے میں روزہ رکھو۔

برائیوں سے بچانا اور ایسے راستہ پر چلانا جو انسان کی اپنی ذات اور اس کی تمام برادری کے لئے مفید ہو، اسلام کا مقصد ہے۔روزہ اس مقصد کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اسی لئے اس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ روزہ ایمان والے میں تقویٰ پیدا کرتا ہے۔جن میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، وہ اخلاص و آگہی کے حامل بن جاتے ہیں۔روزے کے لئے عورت مرد، امیر

غریب میں کوئی فرق نہیں۔دوسرے مذہبوں میں یہ فرق ہے مثلاً یونانی روزہ صرف عورت کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔آتش پرستوں میں روزہ صرف دستور کے لئے ہے یعنی جو مذہبی پیشوا ہے صرف اس کے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں۔اسی طرح ہندومت میں ویش،کھتری،شودر‘روزہ نہ رکھیں گے‘صرف برہمنوں کے لئے روزہ ہے۔اسلام میں روزہ چند گھنٹوں کے لئے ہے۔یہودی چوبیس گھنٹے کا روزہ رکھتے ہیں۔بعض عیسائی راہب دو دو تین تین دن کے روزے کے قائل ہیں۔چینیوں کا ایک روزہ سات دن کا ہوتا ہے۔اسلام نے روزے کو بھی آسان کر دیا‘رات میں کھانے پینے کی اجازت دے دی۔مستقل روزے رکھنے سے منع کر دیا۔یہودی افطار کے وقت جو کھالیں سو کھالیں پھر کچھ نہیں کھا سکتے۔اسی وقت ان کا روزہ شروع ہو جاتا ہے۔یہ لوگ روزہ رکھتے ہیں تو اسے سوگ کی علامت سمجھتے ہیں۔

اسلام کے ارکان میں روزہ تیسرا رکن ہے۔حکم ہے......چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو! حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ......جو مسلمان ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔رمضان کے روزوں کا انکار کرنے والا کافر اور شرعی عذر کے بغیر روزہ چھوڑنے والا فاسق ہے‘ چاہے وہ مرد ہو کہ عورت۔بچوں کے روزے معاف ہیں۔لیکن دس سال کی عمر کے بعد روزہ نہ رکھنے پر دھمکانے اور مارنے کا حکم ہے۔

روزے کے لئے نیت بہت ضروری ہے۔’’فتاویٰ عالمگیری‘‘ میں ہے کہ دل میں پکّا ارادہ ہونا چاہیے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے روزہ رکھوں گا۔زبان سے اگر نیت نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔لیکن’’درِمختار‘‘ میں ہے نیت زبان سے کرنا بھی سنت ہے۔رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا زیادہ اچھا ہے۔اگر رات میں نیت نہ کر سکے تو امامِ اعظم کے نزدیک ظہر کی نماز تک نیت کی جا سکتی ہے یعنی سورج کے ڈھلنے سے پہلے۔اگر دل سے نیت نہ کی جائے تو روزہ نہ ہوگا‘ فاقہ ہوگا۔

سر میں تیل ڈالنے سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے۔انجکشن لینے یا ٹیکہ لگوانے سے بھی روزہ نہ ٹوٹتا ہے نہ مکروہ ہوتا ہے‘ بشرطیکہ دوا پیٹ یا دماغ میں نہ جاتی ہو۔آنکھوں میں دوا ڈالنے‘ سرمہ لگانے‘ خوشبو لگانے یا سونگھنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔نہانے،تھوک یا بلغم کے نگل لینے یا خود بخود قے کے آجانے سے بھی روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔پان کھانے کے بعد خوب کلی کر لی گئی اور منہ اچھی طرح صاف کر لیا گیا‘ لیکن تھوک میں لالی باقی رہ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

سحری کھانا سنت ہے۔سننِ نسائی میں ہے......سحری کھانا برکت ہے۔کم ہو کہ زیادہ لیکن سحری کھانا چاہیے۔ایک پیالی چائے،یک کھجور‘ ایک بسکٹ،کچھ بھی کھا لینا سنت کی تکمیل کرنا ہے۔یہودی سحری نہیں کھاتے۔سحری کے لئے حکم ہے کہ آخرِ رات میں کرو‘ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سائرن یا اذانِ فجر کے بعد بھی آدمی کھاتا پیتا رہے۔افطار کے بارے میں حکم ہے کہ جیسے ہی وقت ہو جائے افطار کر لیا جائے اس میں دیر نہ لگائی جائے کیونکہ یہودی تاخیر کرتے ہیں۔ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ......رمضان سال کا دِل ہے یہ ٹھیک رہا تو تمام سال ٹھیک رہا۔

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اُلّو کے زیرِ سایہ......!

''ہم نے تہیہ کرلیا ہے کہ دہشت گردوں کو ختم کردیں گے''

حکومت اس طرح کے روز اعلان کرتی ہے مگر شیطان کا کرنا ایسا ہوا کہ دہشت گرد دن بہ دن بڑھتے گئے۔

کراچی شہران کی دہشت و وحشت کی ''بھٹ'' بن گیا۔ انسانی خون منچھر جھیل کے گندے پانی سے بھی سستا ہوگیا' وحشیوں کے نرخ بڑھ گئے اور پورا ملک ان کو ٹھیکے پر دے دیا گیا۔ ''سور کما دے وڑ گیا تے اک گنا ثابت نئیں چھڈیا'' لیکن حکومت کی لکشمی چوک یا گوالمنڈی جیسی بڑھک' اردو انگریزی اخبارات کے صفحہ اوّل پر چھپتی رہی ...... یہ سننے کے لیے کان ترس گئے کہ کسی ایک جگہ دہشت گردی ختم ہوگئی ہو۔ گن پوائنٹ پر ستر لاکھ کی ڈکیتی بھی اسی جمہوریت کا تحفہ سمجھتے ہوئے سہہ لی گئی کہ تیری جمہوریت کی قسم' ایسا بھی ہوتا ہے۔

انفرادی یا اجتماعی زنا کاری کی خبریں بھی جمہوری انداز دلربائی میں روز چھپتی ہیں اور زانیوں کا نرخ بالا کرتی ہیں اور پھر اس سیکولر ڈیموکریٹک سوسائٹی میں باشندگان و درندگان شہر کو یہی کچھ تو چاہیے' جب تو ہے تو کیا غم ہے؟

سیاں بھئے کوتوال! اب ڈر کاہے کا......

حدیث پاک کا مضمون ہے کہ زنا کاری عام ہو جائے گی تو قتل عام ہو جائے گا......اور اس ملعونہ جمہوریت میں یہ زنا ختم کرنا ایسے ہی ہے جیسے حکومت ختم کرنا۔ امریکی، یہودی و عیسائی کہتے ہیں جمہوریت خوب اگاؤ اور اچھے انگ ترنگ میں گاؤ کہ قوم کے انگ انگ میں اتر جائے۔

کس نہ آید بزیر سایۂ بُوم   ور ہما از جہاں شود معدوم

''الّو کے سائے کے نیچے کوئی نہیں آتا۔ اگرچہ ہُما دنیا سے ناپید ہو جائے!''

اور امریکی تمام کے تمام الّو کے سائے تلے گزر بسر کرتے ہیں۔ اس پر فخر و ناز کرتے اور اس کو اپنا قومی نشان مان چکے ہیں۔ اور یہ اسی نشان بے گمان کو صحبتِ ''فیض اثر'' کا ثمر ہے کہ امریکی بھی تو الّو کی طرح اپنا شکار ہنکارنے، پھانسنے اور مارنے میں اُتارو ہیں۔ سعودی عرب، عراق، ایران، پاکستان اور ترکی امریکی الّو کی آنکھوں میں عرصہ دراز سے چبھتے، کھٹکتے اور ''رڑکتے'' تھے اور اب تو ''ماءِ مہین'' ہیں پھر بھی پاک ہیں ۔

تو نیز بر سر بام آ چہ خوش تماشا ایست

اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین یہ ہے کہ مولوی کو پکڑو کہ مولوی گھڑے کی مچھلی ہے، کمّی ہے، کمّیوں کے بچے جو دین پڑھتے ہیں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں، بڑے سرکاری ملازموں، وزیروں، سفیروں، مشیروں کے بیٹے تو مولوی نہیں

بنتے۔اس لیے کمیّوں کو جیل بھجوانا، مصائب میں گرفتار کرانا، گھمبیر سماجی مسائل میں الجھانا، ان مذکورہ اکابرِ مجرمین کی جبلّت و خصلت ہے۔اس لیے مولوی ہی کو دھر لیا جائے اور اخبارات میں شہ سرخیوں سے امریکی لیبر کے کمالات چھپ جائیں تا کہ لُردِ امریکی راضی ہو جائے کہ امریکی مہابھاڑو کا حکم ہے کہ مولوی کو جکڑ کے رکھو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

مولوی کیا کرتا ہے......لاؤڈ سپیکر استعمال کرتا ہے، دہشت پھیلاتا ہے، مجاہدین تیار کرتا ہے، معاشرہ میں کلچر عام نہیں ہونے دیتا، فنیٹک (FANA TIC) ہے، عورت کو ڈربے میں بند کر کے رکھنا چاہتا ہے، عورت کو ''کھل کر جینے'' نہیں دیتا، اس کی آواز کرخت ہے، ''جیکی'' اور ''براؤن'' کے کان اس کرختگی کو برداشت نہیں کرتے، یہ پانچ وقت تنگ کرتا ہے، جمعہ کے دن بدمزگی پھیلاتا ہے، آرام سے حکومت نہیں کرنے دیتا، ان فٹ ہے، ماحول نہیں سمجھتا، ماحول سے سازگاری پیدا نہیں کرتا، تنقید برداشت نہیں کرتا، ہر بات کو ناموس رسالت (ﷺ) کی آڑ میں کفر کہتا ہے، کافروں کو مسلمانوں جیسے حقوق نہیں دیتا، ان کو کافرانہ آزادیاں نہیں دیتا، کافرانہ اداؤں سے محبت نہیں کرتا، کشور کشائی سے محروم، ریاضِ دہر کے رنگوں کی فہمید نہیں رکھتا، انجمن ماہ و پروین سے آشنائی نہیں رکھتا، سپین کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمانوں سے یہی گلے شکوے تھے۔تاریخ تو یہی کہتی ہے اور بتاتی ہے بلکہ جتاتی ہے کہ اندلس، بنوامیہ کے فرزندار جمند عبدالرحمٰن الدّاخل مرحوم کی دریافت و یافت تھی جو اَب سیکولر ڈیموکریٹک کلچر کی آماجگاہ ہے! جس کے ذرے ذرے میں اسلاف کا لہو خوابیدہ ہے۔یہ اجڑا ہوا گلستان، یہ عدم آباد تہذیب حجاز، یہ مدفنِ عظمتِ اسلام' بہت چونکاتا ہے، جگاتا ہے۔

کاش! پاکستان کی منتقم حکومت اپنے اٹھتے ہوئے ہاتھ، بڑھتے ہوئے قدم اور دخمہ کی طرف پھرتا منہ واپس کر لے تو اسی کا بھلا ہے۔دوسروں کو تنقید برداشت کرنے کا مشورہ دینے والی حکومت خود بھی تنقید برداشت کرے۔لوگوں کا محاسبہ کرنے والی حکومت اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرے۔قبل اس کے کہ اس کا محاسبہ کوئی دوسرا کرے اور پھر یہاں بھی اندلس کی تاریخ دہرائی جائے۔جیسے اللہ پاک دنوں کو تمہارے اور ہمارے درمیان ''متداول'' رکھتے ہیں۔

و تلک الایّام نداولها بین الناس!

''اور دراصل یہ (ہار جیت کے) اوقات ہیں' جنہیں ہم انسانوں میں ادھر ادھر پھراتے رہتے ہیں۔'' (آل عمران)

اعیانِ حکومت! دن پھرنے والے ہیں' تمہاری وجہ سے سارا ملک اندلس کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔''ابوداؤد'' تمہارے ساتھ ہیں، بہت سے منافق سردار بھی تمہاری آشیرداد حاصل کر کے زندگی اجال رہے ہیں۔بہت سے سیاسی نٹ کھٹ تمہاری سرپرستی میں غریبوں کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں اور بہت سے فرزندان ناہموار، دوں نہاد، شہروں کو جنگل کے ماحول سے شناسائی بخش رہے ہیں۔مجھے یہ ڈر ہے، دل زندہ تُو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے۔

(مطبوعہ: ۳۰ / مارچ ۱۹۹۵ء)

سید یونس الحسنی

او آئی سی اور مسلم اُمّہ کے مستقبل کا نوحہ

پتراجایا میں منعقد ہونے والی دسویں اسلامی سربراہی کانفرنس (ایک سوچھ) نکاتی بظاہر مشترکہ اعلامیہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوگئی۔ کل ستاون مسلم حکمرانوں کی اکثریت معذرت خواہانہ رویہ اپنائے ہوئے تھی۔ جس کی وجہ سے جارح صلیبیوں کو واضح پیغام نہیں دیا جاسکا۔ کچھ مسلم ممالک کے ذمہ داران نے کانفرنس کے انعقاد سے پہلے جس قسم کی بیان بازی کی تھی کم وبیش وہی کیفیت مختلف اجلاسوں پر غالب رہی' البتہ کشمیر اور فلسطین کے مسائل پر زوردار موقف اختیار کرکے اسرائیل کے اقتصادی بائیکاٹ اور بھارت سے کشمیر میں رائے شماری کرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے' جس سے لوگ خوش فہمیوں یا غلط فہمیوں میں مبتلا ہوسکتے ہیں۔ اس کانفرنس میں ملائشیائی وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد اور صدر پرویز کے افکار ونظریات میں بُعد المشرقین نظر آیا جسے بین الاقوامی سطح پر بخوبی محسوس کیا گیا۔ اوّل الذکر مردِ حُر کے طور پر سامنے آئے۔ ان کا خطاب صرف تقریری فصاحت وبلاغت تک محدود نہیں تھا بلکہ اُنہوں نے خم ٹھونک کر بڑے دوٹوک انداز میں سامعین کے خوابیدہ ضمیروں کو جھنجھوڑنے کی مشکور سعی کی اور پیش آمدہ خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے صف بندی کی طرف توجہ دلائی۔ اُن کا کہنا تھا کہ ''اسلام کا مطلب ہے امن اور سلامتی یعنی ہمیں باہم دگر امن کا خواستگار ہونا چاہیے اور صرف ان کے ساتھ جنگ کرنا چاہیے' جو ہم پر حملہ آور ہوں لیکن ہمارا معاملہ اُلٹ گیا ہے۔ دین سے دوری نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ مٹھی بھر یہودی پوری دنیا پر حکمران ہیں۔ ان کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کو سائنس کے میدان میں ترقی کرنا چاہیے۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ ہم خود نئے ہتھیار بناتے نہیں اور ان سے خریدتے ہیں' جو ہماری تحقیر کرتے ہیں۔ سب مسلمان آج جبر کے دور سے گزر رہے ہیں اور ہماری ہمہ نوعی رسوائی کی جارہی ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کا واحد راستہ سائنس اور ریاضی میں ترقی کا راستہ ہے۔ اگر ہم اسلام اور اپنا وقار بحال کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں خود اس کا جرأت مندانہ فیصلہ کرنا ہوگا اور اس کے لئے بھرپور جدوجہد کرنا ہوگی۔ یورپی اقوام نے چھ ملین یہودی موت کے گھاٹ اتاردیئے لیکن آج یہی یہودی درپردہ پوری دنیا پر حکمران ہیں' وہ دوسری اقوام کو لڑاتے اور اپنی خاطر ہلاک کراتے ہیں۔ جابر قومیں ہمیں اپنا تابع مہمل بنا کر رکھنا چاہتی ہیں' ہمیں طے کرنا ہے کہ اپنے ملکوں پر ہمارا طرزِ حکمرانی کیسا اور اندازِ فکر کیا ہونا چاہیے اور امر واقعہ تو یہ ہے کہ جارح اقوام اگر آج ہمارے ملکوں پر چڑھ دوڑیں اور غارت گری کا بازار گرم کریں تو اُنہیں روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ٹھوس منصوبہ بندی اور قوت موجود نہیں۔ سوال اُبھرتا ہے کیا یہ سب اسلام کی وجہ سے ہے (نعوذ باللہ) یا دین اسلام پر عمل کرنے میں ہماری ناکامی کا شاخسانہ ہے؟۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مہاتیر محمد نے کچھ ایسی باتیں بھی کہیں ہیں' جن سے اختلاف کی گنجائش بہرحال موجود ہے' تاہم ان کی تقریر دلپذیر کے زیر نظر حصے دائمی سچائیوں پر مشتمل ہیں جن سے سرمو مجال انکار نہیں عزت مآب ڈاکٹر صاحب کے یہ کڑوے سچ صیہونیوں اور ان کے عالمی سرپرستوں کے دلوں میں تیر بن کر ترازو ہوگئے ہیں۔ جس سے

وہ بُری طرح ہل کر رہ گئے ہیں جبکہ دنیا بھر کے مسلم عوام نے مہاتیر محمد کو دلی طور پر ہیرو تسلیم کرلیا ہے۔ دوسری طرف صدر پاکستان نے بعض معلوم مصالح کے تحت پہلے سے ظاہر کیے گئے عزم کے عین مطابق ''روشن خیالی'' اور اعتدال پسندی'' کا تراشیدہ مغرب فلسفہ پیش کر کے ایسا دامِ ہمرنگِ بش بچھایا کہ تمام شرکاء اس کے فسوں کا نخچیر ہو گئے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ وہ اپنے اس زاویہ فکر کی تادم تحریر وضاحت کرنے سے یکسر قاصر رہے ہیں۔لگتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اسلامیانِ عالم بھی اہل مغرب کی طرح اپنے دین میں بہ تقاضائے حالات حک و اضافہ کر کے اسے بہر طور یورپ و امریکہ کے لیے قابل قبول صورت دیں۔شاید ایٹمی پاکستان کے صدر کی بات کو وزن دیا گیا اور اس معاملے میں کسی کمیشن کی تشکیل کی گئی ہے یا جلد کر دی جائے گی۔نتیجہ سامنے ہے، یعنی:

☆ سربراہی اجلاس سے قبل وزرائے خارجہ کے اجلاس میں جو اعلان کیا گیا اور عالمی میڈیا نے گھر گھر پہنچایا، اس میں امریکہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ عراق سے اپنی فوج فوراً نکال لے۔سربراہی اجلاس کے اعلامیے میں صرف ''تشویش'' کے لفظ سے کام چلا کر بقیہ الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔

☆ افغانستان میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر امریکہ اور اتحادیوں کی بالکل مذمت نہیں کی گئی بلکہ کٹھ پتلی صدر کرزئی کی حکومت مضبوط بنانے کی بات کی گئی ہے۔

☆ امریکہ اور اُس کے اتحادی دنیا بھر کے مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کران کی حکومتوں سے انہیں مروا رہے ہیں۔خود جنرل پرویز اسی جرم کے مسلسل مرتکب ہو رہے ہیں۔اسی لیے ریاستی دہشت گردی و غارت گری کی مذمت کرنے کی ہمت نہیں کی گئی۔

ہمارے صدر کی اس کارکردگی پر اتحادیوں کی طرف سے تحسین و آفرین کے ڈونگرے ضرور برسائے گئے ہوں گے جو نظروں سے تو اوجھل ہیں مگر اصل شخص تک پہنچ چکے ہوں گے۔ایک لحاظ سے یہ اسلامی سربراہی کانفرنس کامیاب بھی قرار دی جاسکتی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے نچلی سطح تک اقتصادی و معاشی مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی اور اکیسویں صدی کے نت بدلتے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سائنس ٹیکنالوجی اور افرادی قوت کے شعبوں میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ماحول میں جو صلیبی اور تہذیبی ٹکراؤ کے نام پر مسلمانوں پر جینا حرام کرنے کی زبردست کوششیں کی جارہی ہیں۔مسلم حکمرانوں کو یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ اپنے وسائل مجتمع کر کے ہر میدان میں مشترکہ جدوجہد ہی واحد راستہ ہے جس سے امت اس زمین پر باوقار، سربلند اور مستحکم ہوسکتی ہے۔اگر اب بھی صاحبانِ اقتدار خوابِ غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو لوگوں کے خدشات صحیح سمجھے جائیں گے کہ یہ کانفرنس بھی مسلم امہ کے مستقبل کا نوحہ تھی اور بس۔ڈاکٹر مہاتیر کا یہ کہنا بجا ہے کہ عہدِ حاضر میں فکرو تدبیر، اتحاد اور بہترین دفاعی صلاحیت پیدا کر کے مسلمان قوموں کی برادری میں عزت کی زندگی جی سکتے ہیں مگر کیا کیجیے کہ اکثر و بیشتر مسلم حکمرانوں نے امریکہ کا باجگزار بن کر اور دہشت گردی کے نام پر اس کی خلاف اسلام اور مسلم دشمن مہم جوئی میں بے حد وحساب تعاون کرنے کا جو شرمناک اور بزدلانہ طریق واردات اختیار کر رکھا ہے۔اُسے کسی کلیے قاعدے کے تحت دانش مندی یا تدبیر کی بہترین صلاحیت قرار نہیں دیا جاسکتا۔یہ عقل وشعور کے استعمال کا کونسا طریقہ ہے؟ یہ تو انتہا درجے کی خوف زدگی ، بے حمیتی اور کج روی ہے۔جس کے نتائج کبھی بھی حسب منشا، مثبت اور مفید نہیں ہوسکتے۔ڈاکٹر صاحب نے جس

عوامی غیض بیکراں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ دراصل انہی حکمرانوں کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں اور غلط روی کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے اجتماعی اضطراب کی پروانہ کرنے والے اپنے علاقوں میں ایسی گھٹن پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں کہ جس پر انہیں کسی قسم کی صدائے احتجاج سنائی ہی نہیں دیتی یا وہ عمداً سننا ہی نہیں چاہتے اور عوام النّاس کو اپنی عارضی طاقت سے کچلنے کی غلط راہ پر چل نکلتے ہیں اور لمن الملک الیوم کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو بپھرے ہوئے لوگ کہیں کلاشنکوف کا بٹ مارتے ہیں اور کبھی خود کش حملے کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمہ مقتدر لوگ ایسی نزاکتوں کا خیال رکھیں اور رائے عامہ کو ساتھ لے کر چلیں۔ اے کاش او آئی سی کا یہ سربراہی اکٹھ ان امور کی جانب بھی توجہ دیتا، ایسے مسلم حکمرانوں کی دوستانہ فہمائش کرتا اور انہیں اس امر کی تلقین کرتا کہ ان کی اندرونی و بیرونی پالیسیاں اسلام کی دینی سچائیوں اور عوامی ہمدردیوں سے لبریز ہونی چاہئیں' یہ کسی بیرونی آقا کے اشاروں پر ترتیب نہ دی گئی ہوں بلکہ خودمختار ملکوں کی آزادانہ پالیسیاں ہوں۔ اس سے غضب نا کی خود بخود سرد ہو جائے گی اور امن و آشتی کا دور دورہ بھی ہوگا۔

مسافرانِ آخرت

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے معاون جناب محمد اسحٰق کے ماموں (کراچی۔ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۳ء)

☆ رانا عبدالرشید مرحوم (ابن مولانا چراغ دین ہوشیار پوری) احرار کارکن' جھنگ

☆ ہمشیرہ مرحومہ' میاں عبدالغفار نکیانہ سیال (احرار کارکن' جھنگ)

☆ مجلس احرار اسلام ناگڑیاں (ضلع گجرات) کے امیر چودھری ریاضت خان گجر کی صاحبزادی۔

☆ سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کے دوست چودھری غلام غوث کھیڑ مرحوم آف ناگڑیاں (ضلع گجرات) کی صاحبزادی

☆ اہلیہ مرحومہ محترم عبدالکریم قمر (کمالیہ) ۱۴؍ اکتوبر ۲۰۰۳ء

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے باورچی محترم بشیر احمد کی کم سن بچی (مظفر گڑھ)

☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے خادم ابو معاویہ حافظ محمد فاروق کی خوش دامن مرحومہ ۲؍ اکتوبر ۲۰۰۳ء

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

دُعائے صحت

☆ ہمارے مخلص دوست اور معاون جناب حاجی غلام رسول قریشی (ملتان) ☆ جناب اللہ رکھا (ملتان)

☆ جناب خان امان اللہ خان (ملتان) ☆ والدہ صاحبہ ملک محمد فاروق (کبیر والہ)

اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو صحتِ کاملہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

جاوید چودھری

قراردادیں

لال دین کی کہانی بہت دلچسپ تھی۔ لال دین اور فضل دین دو بھائی تھے۔ ان کے والد نے مرتے ہوئے اپنا واحد مکان دونوں میں تقسیم کر دیا' لال دین کے حصے میں نچلی منزل آئی اور فضل دین بالائی حصے کا مالک بن گیا۔ مکان کے درمیان میں سٹور قسم کا ایک کمرہ تھا۔ دونوں کے والد نے آخری سانسیں اس کمرے میں لیں۔ والد کی بیماری کے دوران لادل دین نے ان کی بہت خدمت کی۔ لہٰذا والد نے انتقال سے پہلے وہ کمرہ لال دین کو دے دیا۔ لال دین ابھی اس کمرے میں سامان رکھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دن فضل دین نیچے اترا اور کمرے پر قابض ہو گیا۔ لال دین نے اسے لاکھ سمجھایا، ترلے منتیں کیں، یار احباب سے کہلوایا، پنچایت بلوائی اور ثالث بٹھائے لیکن فضل دین نے قبضہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ان دنوں ساری برادری فضل دین کو لعن طعن کرتی تھی لیکن فضل دین کے پروں پر پانی نہیں پڑتا تھا۔ لال دین ہر ملنے ملانے والے کو فضل دین کی بدمعاشی سناتا اور آخر میں درخواست کرتا ''ذرا آپ بھی اس بدمعاش کو سمجھا دیں'' ملنے ملانے والے فضل دین کے خلاف فوراً قرارداد مذمت پیش کر دیتے۔ یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ دونوں کی اولاد جوان ہو گئی۔ لال دین کا ایک بیٹا ذرا اتھرا تھا۔ وہ ایک روز اٹھا اور اس نے نیچے سے چچا کی بجلی، پانی اور گیس بند کر دی۔ فضل دین بہت چلایا۔ اس نے بہت شور کیا لیکن لڑکے نے کنکشن کھولنے سے انکار کر دیا۔ معاملہ پنچایت میں گیا۔ پنچایتی بیٹھے تو لڑکے نے مطالبہ کیا ''چچا پنچایت کے پرانے فیصلے مان لیں' ہمارا کمرہ واپس کر دیں' میں کنکشن کھول دوں گا۔ فضل دین ناراض ہو کر واپس آ گیا لیکن جس گھر میں بجلی ہو، پانی اور نہ ہی گیس' اس کا مالک کتنی دیر ناراض رہ سکتا ہے۔ فضل دین کی ضد نے تیسرے ہی روز دم توڑ دیا' وہ لال دین کے پاس آیا، معافی مانگی اور کمرے کی چابیاں اس کے قدموں میں رکھ دیں۔ اس شام لال دین کا اتھرا بیٹا باپ کی پائنتی بیٹھا اور باپ کے گھٹنے دبا کر بولا ''ابا! ضدی اور قابض لوگ منت کو مانتے ہیں اور نہ مطالبوں کو' یہ لوگ جوتوں کی اولاد ہوتے ہیں' انہیں صرف جوتے ہی منوا سکتے ہیں۔''

لال دین کے اس اتھرے بیٹے کا نام ارشد ہے۔ یہ ارشد میرا بچپن کا دوست ہے۔ آج کل دوہا میں ملازمت کرتا ہے۔ پانچ چھے برس سے میرا اس سے رابطہ نہیں۔ اگر میرے پاس اس کا فون نمبر ہوتا تو میں اس سے درخواست کرتا ''میرے بھائی! تم ذرا چند دن کے لیے ملائشیا چلے جاؤ' وہاں پترا جایا میں عالم اسلام کے سربراہان جمع ہیں۔ تم انہیں اپنی کہانی سناؤ اور آخر میں ان سے عرض کرو' اے اسلامی مملکتوں کے ظل سبحانیو! قرار دادیں اور مطالبے با اخلاق اور مہذب لوگوں کے لیے ہوا کرتے ہیں' قابضین کے لیے نہیں۔ ضد کا مقابلہ ضد اور قبضے کا مقابلہ قبضہ ہوتا ہے کیونکہ ظالم صرف ظلم کی

زبان سمجھتا ہے۔ ارشد کو پتا چلا جایا میں ہونا چاہیے تھا۔ اس پتا چلا جایا میں، جس میں ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو عالم اسلام نے ایک بار پھر کشمیر پر بھارت کے خلاف مذمتی قرارداد پاس کردی، جس میں او آئی سی نے بھارت سے پرزور مطالبہ کیا۔ بھارت اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر کا فیصلہ کرے۔ جب یہ قرارداد پاس ہو رہی تھی۔ ارشد کو اس وقت وہاں ہونا چاہیے تھا تا کہ وہ عالم اسلام کے ۵۷ بادشاہوں، امیروں اور صدروں کو قبضے چھڑانے کا طریقہ بتا سکتا اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو کم از کم وہ شہر کے درمیان کھڑے ہو کر قہقہے ہی لگا دیتا۔

کشمیر کا مسئلہ ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوا تھا، عربوں سے بھارت کے تعلقات ۵۰ء اور ۶۰ء کی دہائی میں قائم ہوئے تھے۔ او آئی سی نے ۱۹۶۹ء میں جنم لیا تھا۔ ۱۹۶۹ء ہی سے کشمیر او آئی سی کے ایجنڈے پر چلا آ رہا ہے۔ پورا عالم اسلام ۵۵ برس سے انفرادی اور ۳۴ سال سے اجتماعی سطح پر بھارت کی مذمت کر رہا ہے لیکن بھارت کے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ کیوں؟ کیونکہ بھارت جانتا ہے عالم اسلام کشمیر کے مسئلے پر سنجیدہ نہیں۔ یہ محض خالی خولی نعرے اور زبانی کلامی مطالبے ہیں۔ بھارت کے یہ خیالات سو فیصد درست ہیں۔ خود سوچئے! جو بھارت، سعودی عرب، امارات اور کویت سے ۸ ارب ڈالر کا تیل خریدتا ہو، جو بھارت، عربوں کو ۱۰ ارب ڈالر کی مصنوعات، سبزیاں اور اناج فروخت کرتا ہو اور جس بھارت کے ۴۸ لاکھ شہری عرب ریاستوں میں کام کر رہے ہوں اور یہ لوگ ہر سال اربوں روپے کا زرمبادلہ کماتے ہوں۔ اس بھارت کو کشمیر پر عالم اسلام کی سنجیدگی جاننے کے لیے کتنی دیر لگے گی، کیا دنیا نہیں جانتی پورا عالم اسلام تو رہا ایک طرف صرف عرب ممالک بھارت کو تیل کی سپلائی بند کر دیں، بھارت شدید مالیاتی، تجارتی اور سفارتی بحران کا شکار ہو جائے گا، چند ہی دنوں میں گھٹنے ٹیک دے گا لیکن کیا کیجیے پورا عالم اسلام بھارت کے خلاف مذمتی قراردادیں بھی پاس کرتا ہے اور ساتھ ہی اسے "موسٹ فیورٹ" قوم بھی ڈیکلیئر کر دیتا ہے۔ کشمیریوں کی حمایت میں نعرے اور بیانات بھی جاری کرتا ہے اور ساتھ ہی بھارتی ٹینکوں کو تیل بھی فراہم کرتا ہے۔ ہر کانفرنس، ہر اجلاس اور ہر ریفرنس میں مظلوم کشمیریوں کے لیے آنسو بھی بہاتا ہے اور ساتھ ہی بھارت سے تجارتی معاہدے بھی کرتا ہے۔ لہٰذا او آئی سی کی ہر مذمتی قرارداد کے بعد بھارت قہقہے لگاتا ہے اور یورپ اور امریکہ بغلیں بجاتے ہیں۔

یہ دنیا کا مسلمہ اصول ہے۔ مطالبہ کمزور کرتے ہیں یا منافق اور پورا عالم اسلام اس وقت ان دونوں علتوں کا شکار ہے اور یہ بھی اسی دنیا کا اصول ہے جو شخص قوت بازو سے اپنا حق وصول نہیں کر سکتا، اسے وہ حق مطالبوں، قراردادوں اور میمورنڈمز سے نہیں ملا کرتا۔ ہم ۶۱، اسلامی ممالک کمزوری اور سفارتی منافقت کا شکار ہیں۔ لہٰذا کشمیر ہو یا فلسطین ہر آنے والا دن ہمیں ہمارے حق سے دور لے جا رہا ہے۔ ہر پھیلتی شام اور وسیع ہوتی ہر رات ہمیں ہمارے استحقاق سے محروم کر رہی ہے۔

(مطبوعہ: روزنامہ "جنگ" ۲۱/ اکتوبر ۲۰۰۳ء)

عبدالوارث ساجد

قادیانی، اسرائیل اور پاکستان

قادیانی اور اسرائیل' دونوں کا وجود ایک ہی نظریئے، سوچ اور مقصد کے تحت عمل میں لایا گیا۔ دونوں انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ جن کا مقصد اسلام، مسلمان اور اب پاکستان کو نیست و نابود کرنا ہے۔ قادیان کے ذریعے انگریز نے برصغیر میں اپنے خلاف اٹھی ہوئی جہادی لہر کو دبانے اور جہادی جذبہ سے مسلمانوں کو مُبرّا کرنے کی اپنی سی کوشش کی اور نبوت کے جھوٹے دعویدار ایک ایسے شخص کو پیش کر دکھایا جس نے ہردم انگریز کے گن گائے اور جہاد کے خاتمے کا اعلان کیا یوں اسلام اور مسلمانوں کو قادیانیت کے ذریعے شدید ہزیمت کے ذریعے سے دوچار کرنے کی کوشش کی گئی۔ جو اب تک جاری ہے۔ دوسری طرف اسرائیل کو خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ اور عربوں کو تقسیم کر کے اسلام کی مشرق وسطیٰ میں قوت کو ختم کر کے ان کے قلب میں ایسا خنجر گھونپ دیا گیا جس کی زہر آلود ٹھیس آج تک تمام اسلامی ممالک محسوس کر رہے ہیں۔ اسرائیل اور قادیان کی تخلیق کے مشترک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے عوامل ایسے ہیں جو دونوں کی ایک ہی فکر اور سوچ کی عکاسی کرتے ہیں۔ نائن الیون کا واقعہ اور اس کے بعد عالمی سطح پر پیدا ہونے والی اسلام مخالف سوچ میں بھی اسرائیل اور قادیان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اسرائیل نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے چند منٹ بعد ہی اس کا الزام مسلمانوں پر لگایا اور پھر مسلسل میڈیا پر اسلام کو شدت پسند مذہب کے طور پر پیش کیا۔ امریکہ کے شیطانی ذہن کو ان اشتعال زدہ لمحوں میں یہودیوں نے بھرپور استعمال کیا اور افغانستان میں اسلامی حکومت کے خاتمے اور مشرق وسطیٰ میں اپنے مذموم مقاصد کے لیے شدت پسندی اور دہشت گردی کا ڈھنڈورا پیٹا۔ ایٹمی اسلحے کی آڑ میں ان ممالک کے خلاف امریکہ کو سرگرم کر دیا جن سے اسرائیل کو کوئی خطرہ لاحق تھا۔ افغانستان میں پروانے چڑھنے والی اسلامی حکومت اور وہاں قیام پذیر عرب مجاہدین اسرائیل کے لیے بہت بڑا خطرہ تھے جو کسی بھی وقت فلسطین کے نہتے عوام کی مدد کے لیے فلسطین کا رخ کر سکتے تھے۔ ان عرب مجاہدین کے خلاف قادیانیوں کو استعمال کیا گیا۔ جن کا مرکز پاکستان ہے۔ اور جو پاکستان کے بہت سے اداروں میں کلیدی عہدوں پر فائز، پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں مصروف ہیں۔ یہی امریکی مفاد اور وفاداری ہے کہ حکومتِ پاکستان کے بعد امریکی حکام نے اب پاکستان میں القاعدہ ارکان کی تلاش' قادیانیوں کے سپرد کی ہے۔ پاکستان میں کفر کے آلہ کار قادیانی اب عوامی سطح پر القاعدہ کے ارکان تلاش کریں گے اور اس کی اطلاع ایف بی آئی اور سی آئی اے جیسے پاکستان میں سرگرم امریکی تحقیقاتی اداروں کو پہنچائیں گے۔ یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ حکومتِ پاکستان کی طرف سے پانچ سو سے زائد جو محبِّ پاکستان عرب اور پاکستانی نوجوان ایف بی آئی کے حوالے کئے جا چکے ہیں۔ اُن کی گرفتاری میں بھی

قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔جن کو امریکی مفاد کے لیے کام کرنے کا پورا پورا معاوضہ فراہم کیا جاتا ہے۔پاکستان میں سرگرم قادیانی حضرات القاعدہ کے مجاہدین کے حوالے سے حاصل کردہ معلومات کو براہِ راست امریکی سفارت خانے یا کونسل خانے پہنچانے کی بجائے شہر میں موجود اپنے فرقے کے سربراہ کو پہنچاتے ہیں۔جس کے بعد اُن کا سربراہ ان تفصیلات کو بیرون ملک مقیم اپنے روحانی پیشوا تک پہنچا دیتا ہے۔جو مذکورہ تفصیلات امریکی حساس اداروں کو فراہم کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں گرفتار ہونے والے عرب نوجوانوں پر جب ریڈ کیا گیا اس کی ہدایت اور اس کے مقام وعلاقے سے متعلق اہم معلومات ایف بی آئی کے ہیڈ کوارٹر سے موصول ہوتی رہیں۔یہ تفصیل اب منظر عام پر آچکی ہے کہ اب تک مخبری کرنے والے جو بھی قادیانی منظر عام پر آئے ہیں وہ پاکستان کے مختلف سرکاری اداروں میں کام کر رہے ہیں۔انہیں کامیاب مخبری کے صلے میں امریکی حکام نے امریکہ کا مستقل ویزہ اور انعام کی بھاری رقوم مختص کر رکھی ہیں۔یہاں سوال یہ ہے کہ حکومتِ پاکستان اسلام، جہاد اور پاکستان مخالف سرگرمیوں میں مصروف قادیانیوں کو تحفظ اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کی کوششوں میں کیونکر مصروف ہے۔باوجود اس علم کے کہ انگریز کے آلہ کار اسرائیل اور قادیانی چھپن سال سے پاکستان کے استحکام کو شدید نقصان پہنچانے کی عملی تدبیر میں مصروف ہیں۔ایسے میں اسرائیل کو تسلیم کرنا درحقیقت ''گریٹر اسرائیل'' کے عملی اقدام کی حوصلہ افزائی ہوگی۔جو اسلام، مسلمان، جہاد اور پاکستان سب کے لیے خسارے کا سبب ہوگی۔

قارئین کی خدمت میں ضروری گزارشات!

۱) لکھاری حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات ہر ماہ کی دس تاریخ تک یا اس سے پہلے ارسال کر دیا کریں تا کہ وقت پر شاملِ اشاعت کی جاسکیں۔تحریر کاغذ کے ایک طرف ہونی چاہیے۔

۲) خریدار حضرات سے التماس ہے کہ ہر مہینے کی سات تاریخ تک پرچہ موصول نہ ہونے کی صورت میں ''سرکولیشن مینیجر' ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' دارِ بنی ہاشم' مہربان کالونی' ملتان'' سے رابطہ کریں۔

۳) ''نقیب ختم نبوت'' پر آپ کی رائے مطلوب ہے۔آپ نے اسے کیسا پایا؟ اس میں مزید کن موضوعات کا اضافہ ممکن ہے؟ آپ کے مشورے، پرچہ کی ترتیب وتشکیل میں ممد ثابت ہوسکتے ہیں۔

۴) ذیل کے دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے' ازراہِ مہربانی مبلغ: ۱۵۰ روپے ''مدیر' ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' دارِ بنی ہاشم' مہربان کالونی' ملتان'' کے نام ارسال فرمائیں۔

محمد حمید اللہ جمیل

کہیں ایسا نہ ہو کہ......

انسان کا زندگی کے روزمرہ معاملات میں کوئی بھی خلافِ منشا عمل کے سرزد ہو جانے پر بالعموم یہ روّیہ ہوتا ہے کہ وہ انتہائی غیض وغضب کا اظہار کرتا' مشتعل ہو جاتا اور اپنے تئیں ممکنہ حد تک ''جزا وسزا'' کا عمل شروع کر دیتا ہے، یعنی اپنے مزاج اور روّیہ کے اعتبار سے انسان اپنے دائرہ اختیار میں حکم کی خلاف ورزی اور اپنے تشکیل دیئے ہوئے قاعدے و قانون سے کسی کو انحراف کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ خاندانی سطح پر کوئی بھی باپ اپنے بچوں کو اپنے آگے باغیانہ روّیہ اختیار کرنے اور سر اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ خاندانی روایات اور بڑوں کے بنائے ہوئے قاعدوں اور ضابطوں سے ٹکرانے والے کو انتہائی ناپسند کیا جاتا' اُس سے قطعِ تعلق اختیار کیا جاتا اور سخت سزا کا مستوجب ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

انفرادی اور خاندانی سطح سے آگے ریاست کی سطح پر بھی غور کر لیجئے! دُنیا کے ہر ملک میں ازل سے یہی قانون نافذ ہے' خواہ وہ تحریری شکل میں ہو یا غیر تحریری' ایک باغی ناقابلِ مجرم گردانا جاتا ہے اور بغاوت ......ایک ایسا بھیانک اور سنگین جُرم تصوّر کیا جاتا ہے جس کے لئے تاریخ بھی وحشت ناک سزاؤں کے تذکروں سے بھری پڑی ہے اور آج کی دنیا میں بھی باغیوں کو کچلنے کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی بھی صاحبِ اقتدار یہ گوارا نہیں کرتا کہ اُس کے خلاف کوئی قوت اُبھرے اور اُس کی حاکمیّت کے لئے خطرہ پیدا کرے' چنانچہ اقتدار کی سیج پر براجمان شخص کو کہیں سے بغاوت اور سرکشی کی بُو آئے تو ملکی قانون اور ریاستی مشینری فی الفور حرکت میں آتی اور باغیوں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

محترم قارئین! یہ انسانوں کی دُنیا کی حقیقی تصویر ہے۔ کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ انسان کی دُنیا کا حال ہے' وہ انسان جو معمولی قوت واختیار اور اللہ کی عطا کی ہوئی عارضی حاکمیّت پر اِترانے لگتا اور اپنے حُکم کی خلاف ورزی پر مُشتعل ہو کر اپنے زیرِ اثر محکوم افراد کو سبق سکھانے اور عبرت دینے پر اُتر آتا ہے۔

عقل وبصیرت رکھنے والے ذرا سوچیں! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ انسانوں کی دُنیا میں تو حضرت انسان اپنے خلاف سرکشی اور بغاوت کو گوارا نہ کرے اور تمام تر وسائل اور قوت کے ساتھ باغیوں کو کُچلنے اور عبرت کا نشان بنانے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو مگر حدود اللہ سے انحراف کر کے اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت ایسے سنگین جُرم کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اللہ کا قانون ٹُوٹتا رہے اور حضرتِ انسان تاجِ شہنشاہی پہن کر تماشائی بنا رہے۔

ذرا سوچیئے! ایک طرف اللہ پرودگارِ عالم کا خَلق کیا ہوا ایک کمزور ناتواں اور معمولی انسان ہے اور دُوسری طرف احکم الحاکمین، ربِّ حقیقی، مختارِ کُل، خالقِ کائنات، منعمِ حقیقی، اللہ ربُّ العزت کی جلیل القدر اور غالب و یکتا ذات۔ کیا دونوں کے مقابلے اور موازنے کا تصوّر بھی کیا جا سکتا ہے؟ اللہ معبود اور انسان عابد' اللہ مسجود اور انسان ساجد' اللہ خالق اور انسان مخلوق، اللہ جابر اور انسان مجبور، اللہ قاہر اور انسان مقہور، اللہ با اختیار اور بے انتہا طاقت ور اور انسان بے اختیار، بے بس، کمزور اور حقیر۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت' اُس کے حکموں کی پاسداری اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعمیل وتقلید سے رُوگردانی کیوں؟ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا رویّہ کیوں؟

قرآن عظیم الشّان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور صالح اعمال اختیار کیے ہوں گے' وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کُفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا' اُن کے لئے ذلّت آمیز عذاب ہوگا''۔ (الحج: ۵۶۔۵۷)

''اور جو لوگ بے حُکم تھے سو اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اُن کو کہا جائے گا کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو' جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے''۔ (السجدہ: ۲۰)

''اور قسم ہے طُور کی۔ اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے اور قسم ہے بیت المعمور کی۔ اور قسم ہے اونچی چھت (آسمان) کی اور دریائے شور کی جو (پانی سے) پُر ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کے رہے گا' کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا اور یہ (اُس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جائیں گے تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں اور جو (تکذیب) کے مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں' اُن کی اُس روز کم بختی آئے گی' جس روز کہ اُن کو آتشِ دوزخ کی طرف دھکّے دے کر لائیں گے۔ یہ وہی دوزخ ہے' جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے'' (الطّور: ۱۔۱۴)

قرآنِ مجید میں نافرمانیوں اور باغیوں کے لئے دہشت ناک اور دائمی عذاب کی وعیدیں سنائی گئی ہیں اور عالم کے پروردگار نے جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ آتشِ جہنّم سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر بلا تاخیر لبّیک کہو اور اس کے بھیجے گئے انبیاء و رُسل کی اطاعت کرو' ورنہ عبرت ناک انجام کے لئے تیار رہو۔

قارئین! اس سے پہلے کہ محشر برپا ہو' میزانِ عدل لگے اور اللہ پروردگارِ عالم کی عدالت میں احتساب کا آغاز ہو' کیوں نہ توبہ کی راہ اختیار کی جائے' جس کا دروازہ ربِّ رحیم و کریم نے ہماری موت کے آثار ظاہر ہونے سے قبل پوری شانِ بے نیازی سے کھول رکھا ہے۔ ہمیں غفلت کی نیند سے جاگنا ہوگا' ہمیں حق و صداقت اور زہد و ریاضت کی راہ پر چلنا ہوگا، ہمیں محبتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کو مقصدِ حیات بنانا ہوگا' اِس میں تاخیر ہماری ازلی اور ابدی ناکامی ہوگی۔ خدارا جاگیے اور طرزِ تغافل چھوڑ دیجیے! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں ''خدا کا باغی'' قرار دے کر آتشِ دوزخ میں جھونک دیا جائے۔

حافظ محمد آصف سلیم (چیچہ وطنی)

مسلمانوں کی بے حسی

''نقیب ختم نبوت'' کے ستمبر کے شمارے میں کیوبا کے ایکسرے کیمپ گوانٹانا موبے سے رہا ہونے والے قیدی شاہ محمد کا انٹرویو پڑھا۔ پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا۔ مسلمان پستی میں اس حد تک جا چکے ہیں۔ کسی دوسرے مسلمان کا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔ خصوصاً مسلم حکمرانوں نے تو یہود و نصاریٰ کے آگے گھٹنے ٹیک کر پوری امتِ مسلمہ کا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان کا خون، اس کی آبرو کی حفاظت' ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ **المسلم کجسد الواحد**۔ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں کہ ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا جسم تڑپ اٹھتا ہے۔

غالباً مسلم حکمران طبقہ نے حضور علیہ السلام کی تمام تعلیمات کو فرسودہ اور قدیم کہہ کر مسترد کر دیا ہے۔ قوم کو جہاد اصغر اور جہاد اکبر کے الٹ پھیر میں الجھا کر گمراہ کر دیا ہے۔ آج کے اس مہذب دور میں ہر ملک' اپنی رعایا کا خصوصی خیال کرتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں کا شہری جرم کا ارتکاب کر بیٹھے تو قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مذکورہ شہری اس ملک کے حوالہ کیا جائے جہاں کا وہ باشندہ ہے۔ جیسا کہ امریکہ نے خود اپنے شہری کو افغانستان سے قیدی بنا کر اپنے ملک میں مقدمہ چلایا جبکہ دیگر مجاہدین کو کیوبا کے کیمپ میں قید کر دیا گیا۔ برطانیہ بھی اپنے باشندوں کی واپسی کے لیے تگ و دو میں لگا ہوا ہے۔ جبکہ مملکت خداداد کے باشندے شبرغان اور مزار شریف کی جیلوں میں ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ بقول شاہ محمد کہ مزار شریف میں ایک تندور پر کام کرتا تھا۔ شمالی اتحاد نے القاعدہ کا رہنما بنا کر امریکہ کے حوالے کر کے دو لاکھ روپے وصول کئے۔ جبکہ شاہ محمد نے افغانستان کی سرزمین پر کسی جرم کا نہ ارتکاب کیا اور نہ ہی امریکہ کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس کے باوجود امریکہ نے قید میں ڈال دیا اور ظلم و ستم کر کے تمام عالمی قوانین کی دھجیاں اڑا دیں۔

پاکستان کے حکمرانوں نے مسئلہ افغانستان پر جو ٹرن آؤٹ لیا' اس کا حساب روزِ محشر بھگتنا ہوگا۔ جبکہ موجودہ صورتحال کا نتیجہ سب کے سامنے آ گیا ہے۔ افغان بارڈر اور اس کی توڑ پھوڑ پر حکمرانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ قیدی شاہ محمد نے انٹرویو میں بتایا کہ ہم آزاد ہونے کے باوجود آزاد نہیں ہیں۔ جیسا کہ انٹرویو کے دوران دو نامعلوم افراد سوالات میں مداخلت کرتے رہے' جن کے بارے میں کہا گیا کہ یہ خاص آدمی ہیں۔ انٹرویو میں شاہ محمد نے جو امریکہ اور اس کے ایجنٹ شمالی اتحاد کے مظالم بیان کئے' وہ تو ہر شخص جان چکا ہے۔ لیکن جو مظالم' وہ ڈر کی وجہ سے بیان نہیں کر سکا' اس کا حساب کون دے گا؟ کیا حکمران اس بات پر نالاں ہیں' کوئی شخص امریکہ کے مظالم کھل کر بیان نہ کر سکے۔ افسوس ہے حکمرانوں پر کہ آزاد لوگوں کو بولنے کی آزادی سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ بقول شاہ محمد کہ شمالی اتحاد کے یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں نے

ظلم کی انتہا کر دی۔ پاکستانیوں کے سر قلم کر کے پٹرول چھڑک کر آگ لگا کر تڑپتا دیکھتے رہے۔ان کے اعضا کاٹ دیئے ،ناخن کھینچ لیے گئے حتیٰ کہ بے ہوش قیدیوں پر بھی ظلم وستم کرتے رہے۔شبرغان اور مزار شریف میں ظالمانہ تشدد کر کے درجنوں پاکستانیوں کو شہید کر دیا گیا۔ایسے ظالم لوگ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ یہ تو جانوروں اور وحشی درندوں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔شاہ محمد نے انٹرویو میں بتایا کہ کیوبا میں سابق افغان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی' ان کی داڑھی ،مونچھیں ،سر کے بال اور بھنویں تک مونڈ دی گئیں ،انہیں بین الاقوامی ،سفارتی اور قانونی طریقوں کو بالائے طاق رکھ کر ظلم و بربریت کے ساتھ امریکہ کے حوالے کر دیا گیا۔ پورے عالم اسلام اور دنیا میں اس ظلم کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

آفرین ہے ملا عبدالسلام پر کہ اب بھی استقامت اور حوصلہ مندی کے ساتھ تمام مظالم برداشت کر رہے ہیں۔ بلکہ دیگر قیدیوں کو بھی حوصلے اور استقامت کا درس دیتے ہیں اور اس قید کو خدا کی طرف سے آزمائش تعبیر کرتے ہیں۔ بقول ایک مجاہد عالم دین کہ جن لوگوں نے دنیا میں جنتی لوگوں کو دیکھنا ہو وہ کیوبا کے قیدیوں کو دیکھ لے۔

پاکستان کے مجاہدین' جو شمالی اتحاد اور امریکہ کے مظالم کا شکار ہیں اور جو امریکی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے ،اُن کی بہنوں کے آنسو کون پونچھے گا جن کے جوان اور کڑیل بھائی پیوندِ خاک ہوگئے۔وہ جوان' جنہوں نے اپنی جوانیاں خلافت اسلامیہ کے دفاع میں قربان کر دیں' جب روزِ قیامت اللہ کے حضور شکوہ لے کر کھڑے ہوں گے تو بہت سارے فرعون نما حکمرانوں کی تنی ہوئی گردنیں جھک جائیں گی۔وہ مجاہدین' جن کو صرف پاکستانی ہونے کے جرم میں شہید کر دیا گیا اور انہیں کفن ،دفن اور جنازے سے بھی محروم کر دیا گیا۔وہ بھیانک لمحہ قریب آنے والا ہے۔جب اسلامی ممالک میں پاک فوج' مسلمانوں کا خون بہائے گی۔کاش ایسا نہ ہو! ہم میں سے کسی نے بھی اپنوں کو مارنے کے لیے وردی نہیں پہنی اور نہ کسی نے مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے بندوق اٹھائی ہے۔

اس ملک کی حفاظت اللہ ہی کرے گا کیونکہ یہ اسی کے نام پر بنا تھا اور اللہ اس وقت ہی حفاظت کرے گا' جب ہم بھی اللہ کے ہو جائیں گے۔آج تک کوئی بزدل موت سے بچ نہیں سکا اور نہ ہی بہادر کو وقت سے پہلے موت آئی۔تو پھر بزدلی اور گناہ کا راستہ کیوں اختیار کیا جائے۔

حکمت یہی ہے، مصلحت یہی ہے کہ ہم مسلمان بن جائیں اور امتِ مسلمہ کے غم خوار بن جائیں۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن ،سپئیر پارٹس' تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ،ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

محمد ارسلان زاہد

صدیق رضؓ اور صدیقہ رضؓ تسلی دیتے ہیں

(بیاد: حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ)

اپنے محبوب سے محبت کس کو نہیں ہوتی ؟ سچا عاشق ہی وہی ہوتا ہے جو اپنے محبوب کے دلفریب تذکروں سے دل بہلاتا ہو۔ اسے دیکھنے اور سامنے پانے کی آرزو ہر وقت اُسے تڑپائے رکھتی ہو۔ جس کے پاس جا کر وہ اردگرد کے حالات سے بے نیاز ہو جاتا ہو۔ اُس کی گفتگو سن کر جس کی قوت شنوائی بھی فخر کرتی ہو۔ اسے دیکھ کر جس کی آنکھوں کو گویا قرار آ جاتا ہو۔ اُسے چھو کر جو اپنی چاہتوں کا ارمان پورا کرتا ہو۔ وہ جو دیدار یار سے محروم ہو تو اسے اپنے بھی پرائے لگتے ہوں، اس کی آنکھیں گویا بے قراری کی گہری دلدل میں پھنس کر رہ گئی ہوں۔ اس کی شنوائی کو اپنے محبوب کے تذکروں کے علاوہ ہر تذکرہ بوجھ محسوس ہوتا ہو۔

آج کچھ ایسی ہی صورت حال سے میں خود دوچار ہوں۔ وہ جس کو دیکھنے اور سننے کی تڑپ دور دور کا سفر کرنے پر مجبور کر دیتی تھی، آج خود تڑپ رہی ہے۔ وہ جس کی روشن جبیں دیکھ کر گویا دل کو قرار آ جاتا تھا، وہ جس کی چمکدار آنکھوں سے آنکھیں چار کر کے خوشی و مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا تھا۔ انہیں آنکھوں کو دیکھ کر تلاش منزل کا سفر رکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اس کے پیارے لب جو ہر وقت مدح اصحاب رسول ﷺ کے مقدس تذکروں سے تر رہتے تھے، وہ جب کھلتے تو میرے اس محبوب کے موتیوں سے زیادہ چمک دار دانت اس کے چہرے کو چار چاند لگا دیتے۔ پھر آنکھوں کو جھپکنا بھول جاتا تھا۔ فکر و نظر کے سارے راستوں کا رُخ اسی محبوب کے حسین اور دلربا چہرے کی طرف ہو جاتا تھا لیکن آہ......

آج مجھے رحلتِ نبوی ﷺ کے موقع پر امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تلوار نکال کر اعلان کرنے کی حقیقت کا ادراک ہوا۔ آج ہی اُس حقیقت سے آگاہی ہوئی کہ اصحابِ پیغمبر ﷺ کا اس وقت غم زدہ ہو کر خاموش ہو جانا کن وجوہات سے تھا۔ یہ اُن کا عزم و استقلال ہی تھا کہ انہوں نے اوسان ہی خطا کئے تھے، زندگی کی بازی نہیں ہاری تھی۔

آج اُن مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لیواؤں پر بھی کچھ اُسی طرح کیفیت طاری ہے۔ ہر آنکھ اشک بار ہے، ہر دل مغموم ہے، ہر قدم لرزیدہ ہے، ہر زبان پر کپکپی طاری ہے اور ہر وجود شدت غم سے نڈھال ہے۔ لیکن رحلتِ نبوی ﷺ کے موقع پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تسلی سے بھرے ہوئے الفاظ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ڈھارس کا کام کرتا ہے کہ لوگو! تم میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ بھی جان لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد قرآن مقدس کی آیت پڑھی جسے سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنون کو قرار ملا۔

صدیقۂ کائنات اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ تاریخی شعر جو انہوں نے نبوت کی جدائی پر مغموم ہوکر فرمایا تھا، آج عشاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے انتہائی تسلی وتشفی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ شعر کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ اگر دنیا میں کسی فردواحد کو بھی ہمیشہ زندہ رہنا ہوتا تو وہ محمد عربی ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی نہ ہوتا۔

مولانا محمد اعظم طارق کی شہادت کسی بھی المناک سانحہ سے کم نہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنے وقت پر داعیٔ اجل کو لبیک کہا ہے۔ اگر دشمن کی خواہش پر انہوں نے زندگی کی بازی ہارنی ہوتی تو بہت پہلے قتل ہو چکے ہوتے۔ میرا خیال یہ ہے کہ جنت کا یہ راہی زندگی کے پرخطر راستوں پر چل چل کر تھک چکا تھا۔ رب العزت نے اسے اس کے ساتھیوں کے ہمراہ جنت پہنچا کر اس کی تھکاوٹ دور کرنے کا خوب انتظام فرمایا ہے۔ لیکن وہ جاتے ہوئے اپنے قاتلوں اوران کے سرپرستوں کو اپنے کفر سمیت دوزخ میں پہنچانے کا بندوبست بھی کر گیا ہے۔

تمنا

تمناؤں کے صحرا میں کھڑا ہوں
تمناؤں کا دریا سامنے ہے
تمنا ایک مجھ میں بھی بسی ہے
مگر یہ بے بسی سی بے بسی ہے
قدم اب ڈولتے ہیں
سانس بھی اُکھڑی ہوئی ہے
ریت بھی پاؤں کے نیچے سے کھسکتی جارہی ہے

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری علیہ الرحمۃ
(انتقال سے پانچ روز قبل۔ ہفتہ ۶؍نومبر ۱۹۹۹ء)
(۴ بجے شب) نشتر ہسپتال ملتان

عمر فاروق ہارڈ ویئر اینڈ مل سٹور
عمارتی وصنعتی سامان، ہارڈویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل
گورنمنٹ سے منظور شدہ کنڈے، باٹ وپیمانہ جات
صدر بازار، ڈیرہ غازی خان فون:0641-462483

میرزا ادیب (آخری قسط)

آغا شورش کاشمیریؒ

تاش پورے زوروں پرتھی کہ یزدانی کو ان گرم گرم نرم نرم پوریوں کا خیال آیا جو ہم سید مٹھا بازار سے مشہور حلوائی نِکّو سے خرید کر لائے تھے۔ اس نے نعرہ مارا۔

''پوریاں''......سب کے ہاتھوں سے تاش کے پتے گر پڑے۔ یزدانی کمرے کے اس گوشے میں گیا جہاں ایک کرسی کے نیچے پوریاں رومال میں پڑی تھیں۔ رومال غائب تھا۔ اب تاش کے پتوں کی طرح ہم خود بھی گر پڑے۔ دس پندرہ منٹ بعد علاؤالدین اختر نے آ کر بتایا کہ راستے میں عبدالکریم ملا تھا۔ کہتا تھا...... ''میں بڑا استاد آدمی ہوں''

تو عبدالکریم الفت اپنی استادی دکھا گیا تھا۔ ہمیں سخت غصہ آیا اور تاش بھول کر اس شخص سے انتقام لینے کی تجویزوں پر غور کرنے لگے جس نے ہمیں نرم نرم پوریوں سے محروم کر دیا تھا۔ خیر یہ بھی کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی۔ معاملہ صرف یہ تھا کہ وہ ہمیں استادی دکھا گیا تھا اور یہ چیز ہمارے لئے قابلِ برداشت نہیں تھی۔ یزدانی نرم طبیعت کا آدمی تھا۔ اس نے اپنی طرف سے ایک نرم تجویز پیش کی۔

''عبدالکریم سے کہا جائے کہ وہ دو دن کے اندر اندر پوریوں سے بھری ہوئی ٹوکری ہمارے آگے رکھ دے''

''اور خود ادب سے ایک طرف کھڑا ہو جائے''

چونی لال کاوش بولا

''نہیں وہ بھی پوریاں کھانے میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائے''۔ میں نے یوں تجویز کی تائید کی۔ سب کو یہ تجویز پسند آ گئی۔

''اور اگر وہ ٹوکری لے کر ہمارے حضور میں نہ آیا تو......'' یہ الفاظ شاید علاؤالدین اختر نے کہے تھے۔ ہمارے سر ایک بار پھر غور و فکر کے لئے جھک گئے، کیونکہ عبدالکریم بھی ایک کایاں تھا۔ دو تین منٹ گہرے غور و خوض کے بعد حکیم بدر محی الدین نے فیصلہ کر دیا۔

''اگر عبدالکریم نے ہماری شرط ماننے سے انکار کر دیا تو اس کا حقہ پانی بند کر دیا جائے۔''

''بالکل ٹھیک''

سب تائید اً بول اُٹھے اور علاؤالدین اختر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ جلد سے جلد عبدالکریم کے گھر جائے اور اسے یہ چیلنج دے آئے۔ فرض کچھ ناخوشگوار تھا، تاہم سب کے اصرار پر اختر کو یہ بات ماننی پڑی۔ دوسرے دن جب ہم حکیم

صاحب کے گھر میں اکٹھے ہوئے تو ہماری نگاہیں علاؤالدین اختر کو ڈھونڈ رہی تھیں اور وہ موجود نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہانپتا ہوا آ گیا۔

''وہ...... کہتا ہے...... میں ٹوکری...... لینے جا رہا ہوں...... میرے گھر...... آ جاؤ۔''

''وہ مارا'' سب نے نعرہ مارا۔ ہم مکان سے نیچے اُتر کر لوہاری دروازے میں سے گزر کر انارکلی کا ابتدائی حصہ طے کر کے گنپت روڈ پر پہنچ گئے پھاٹک میں داخل ہوئے۔ عبدالکریم چارپائی پر اکڑوں بیٹھا تھا۔ اس کی ہیئت دیکھ کر سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''ارے کیا ہوا تجھے عبدل...... کریمے!'' حکیم صاحب بولے۔

عبدالکریم خاموش۔

''تجھ پر خدا کی مار کیا ہوا تجھے!'' چونی لال کاوش نے پوچھا۔

کوئی جواب نہیں۔

''بے چارہ مر تو نہیں گیا''۔ اختر نے اپنی طرف سے بڑے افسوسناک لہجے میں کہا۔

''مرے تُو...... میں کیوں مروں؟'' عبدالکریم بول پڑا

''شکر ہے زندہ ہے'' حکیم صاحب نے ہم سب کی ترجمانی کی۔

ہم چارپائی پر بیٹھ گئے۔

''پوریوں کی ٹوکری کہاں ہے؟''

''پوریوں کی ٹوکری کیسی؟...... تم لوگوں نے مجھے چیلنج دیا تھا۔ میں چیلنج کا جواب چیلنج سے دے سکتا ہوں۔''

عبدالکریم چارپائی سے اُٹھ کر کچھ دُور جا کر کھڑا ہوا اور ہاتھ لہرا لہرا کر تقریر کرنے لگا۔

''تم نے سمجھا تھا میں ڈر جاؤں گا۔ میں ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ویسے کہو ایک ٹوکری نہیں بیس ٹوکریاں ابھی حاضر کر دیتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی ہمارے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ''چلو چلیں اور آئندہ اِدھر کوئی شخص نہ آئے'' حکیم صاحب بولے

''حقّہ پانی بند'' کاوش نے بلند آواز میں کہا

''حُقّہ پانی کیا، روٹی اور کپڑا ابھی بند'' عبدالکریم نے آگ پر تیل چھڑک دیا۔

ہم بھنا کر گلی سے باہر نکل آئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے عبدالکریم بازو پھیلائے سڑک پر کھڑا ہے۔

''یارو واپس چلو۔ پوریاں انتظار کر رہی ہیں'' وہ ہنس کر کہہ رہا تھا۔ واپس جانے کے لئے ہم تیار نہیں تھے۔ اس

نے بار بار راستہ روکا تو لوٹ گئے۔ پھاٹک کے اندر چار پائی پر ایک ٹوکری پڑی تھی۔

''یہ کہاں سے آ گئی؟'' اختر نے پوچھا۔

''تم سب اندھے ہو...... چار پائی کے نیچے پڑی تھی......

عبدالکریم الفت کی یہ عادت تھی، ایک دم شعلہ جوالہ بن جاتا تھا اور پھر نارمل بھی ہو جاتا تھا۔ وہ کب خفا ہو جائے گا۔ یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا اور کبھی صلح بھی کر لے گا۔ اس امر کا یقین بھی کوئی شخص نہیں دلا سکتا تھا۔

عبدالکریم سے میرا براہِ راست مقابلہ موری دروازے کے باہر لاہور میونسپل کے ریڈنگ روم میں ہوتا تھا۔ اس ریڈنگ روم میں اخبارات کے علاوہ اردو کے موقت الشیوع رسائل بھی پہنچتے تھے مگر یہ رسائل خاص طور پر ان کے خاص نمبر اور سالنامے بالعموم پبلک کو نہیں دیئے جاتے تھے۔ جو شخص لائبریرین سے خوشگوار تعلقات استوار کرنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ اسے نہ صرف یہ رسالے دیئے جاتے تھے بلکہ انہیں گھر لے جانے کی بھی اجازت دے دی جاتی تھی۔ یہاں صورت یہ تھی کہ لائبریرین صاحب میری شاعری کو بھی پسند کرتے تھے، اور میرے درخشاں مستقبل کی بھی کئی بار پیش گوئی کر چکے تھے اور ادھر عبدالکریم بھی انہیں متاثر کرنے میں ناکام نہیں رہا تھا۔ عبدالکریم شاعری تو ویسے ہی کرتا تھا مگر اس کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ مولانا ظفر علی خان کی بے شمار پوری کی پوری نظمیں اسے یاد تھیں اور جب یہ نظمیں سنانے پر تُل جاتا تھا تو کیا مجال ایک لمحے کے لئے بھی رُک جائے۔ صرف یہی نہیں اسے مولانا ابوالکلام آزاد کے لاتعداد فقرے یاد تھے۔ اس کا اپنا انداز بھی خطیبانہ تھا۔ اپنے لمبے لمبے ہاتھ فضا میں لہرا کر بولنا شروع کر دیتا تھا تو بس بولتا ہی چلا جاتا تھا۔ ریڈنگ روم میں کوئی نمبر آتا تھا تو ہم دونوں کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ پہلے پرچہ حاصل کر کے گھر لے جائیں۔ کبھی میں کامیاب ہو جاتا تھا اور کبھی عبدالکریم۔ ہم دونوں ن۔ م راشد کے ماموں جان وحید کیانی کے ادبی رسالے ''قوسِ قزح'' کے سالنامے کا انتظار کر رہے تھے۔ خبر مل چکی تھی کہ یہ سالنامہ دو چار دن میں آنے والا ہے۔

''قوسِ قزح'' اپنے نام کی مناسبت سے بڑا خوبصورت پرچہ ہوتا تھا۔ اس کے عام نمبروں میں بھی اختر شیرانی کی نظمیں چھپتی رہتی تھیں اور ہم ان کی نظموں کی بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سالنامہ چھپ گیا ہے۔ بازار میں آ گیا ہے اور میں دوسرے روز علی الصبح جب کہ لائبریری کھلی بھی نہیں تھی۔ لائبریری سے کچھ دور باغ میں بچھے ہوئے بنچ کے اوپر بیٹھ گیا۔ ظاہر ہے میرا مقصد یہ تھا کہ جیسے ہی لائبریری کھلے میں لائبریرین کی خدمت میں حاضر ہو کر ''قوس قزح'' حاصل کروں۔ اگر تاخیر سے کام لیا تو عبدالکریم لے اُڑے گا اور مجھے خوب ترسائے گا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب...... لائبریرین کا یہی نام تھا...... آ گئے۔ انہوں نے تالے میں چابی ڈالی اور میں نے جھٹ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بڑے ادب سے سلام کیا اور منتظرانہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

’’تم رات کیوں نہیں آئے؟لائبریرین کے یہ الفاظ سن کر میرا ماتھا ٹھنکا،کہیں یہ کم بخت عبدالکریم شام ہی کو تو نہیں آ گیا تھا اور لائبریرین نے میرے شبے کی تصدیق کر دی۔

’’وہ تو رات کو آٹھ بجے تک یہاں رہا اور پرچہ لے کر گیا۔‘‘

’’مگر آپ نے وعدہ تو مجھ سے کیا تھا‘‘ میں نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

’’وہ بڑی بلا ہے، جانتے نہیں؟‘‘

لائبریری کا دروازہ کھل گیا‘لوگ اندر داخل ہوکر اخبارات دیکھنے لگے اور میں باہر ہی کھڑا رہا۔اتنے میں آواز آئی۔

’’سلمٰی سے دل لگا کر بدنام ہو رہا ہوں‘‘

مڑ کر دیکھا‘ عبدالکریم قریب کھڑا مسکرا رہا تھا۔

’’میرزا یار!اختر کی بالکل نئی نظم قوسِ قزح میں چھپی ہے‘‘......بستیوں کی لڑکیوں میں بدنام ہو رہا ہوں۔سلمٰی سے دل لگا کر بدنام ہو رہا ہوں‘‘۔

عبدالکریم مجھے چڑا رہا تھا اور میں جل بھُن کر کباب ہو گیا تھا۔ اُس صبح بات بڑھ گئی......تو تو میں میں تک نوبت پہنچ گئی۔عبدالکریم ہنس ہنس کر قوسِ قزح کے سالنامے کے مندرجات کا ذکر کرتا جاتا تھا اور میں بار بار عبدالرحمٰن سے کہتا چلا جاتا تھا۔

’’شیخ صاحب!اس کے منہ میں لگام دو‘‘

مگر عبدالکریم کے منہ میں لگام دینا شیخ صاحب کے بس کا روگ نہیں تھا نتیجۃً یہ ہوا کہ میں نے عبدالکریم سے مخاطب ہو کر کہا’’بس اب میرا تیرا تعلق ہمیشہ کے لئے ختم‘‘۔

’’ختم تو ختم ہی سہی‘‘ وہ بولا۔

میں اپنے گھر چلا گیا۔

وہ دن خاصی بیزاری میں کٹا۔رات کو بھی یہی عالم تھا۔صبح امی نے دہی لانے کے لئے کہا۔میں نے برتن اٹھایا اور استاد فضل الٰہی فضل شیر فروش کی دکان کی طرف روانہ ہو گیا۔گلی سے باہر نکلا ہی تھا کہ عبدالکریم کو دیکھا۔صدر دین موچی کے تھڑے کے سامنے کھڑا ہے اور ہاتھ میں ایک لفافہ بھی ہے۔

’’میرزا یار!اب بھی خفا ہو......دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں......‘‘اور اس نے خالی کاغذ ہٹا کر قوسِ قزح کا چمکتا دمکتا ہوا سالنامہ مجھے دکھایا۔

’’خدا کی قسم خرید کر لایا ہوں تیرے لئے‘میں نے کہا میرا میرزا یار ناراض ہو گیا ہے‘‘۔

میرے جذبات میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔ میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا تھا مگر مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ ایک منٹ کے بعد ہم گلے مل گئے......اور میرے گلے میں سے اٹک اٹک کر نکلا۔

''عبدالکریم! تم بڑے استاد آدمی ہو''۔

استادیاں ہی استادیاں......اصل میں عبدالکریم گوناگوں استادیوں کا مالک تھا مگر میں نے اپنے لڑکپن کے دوست عبدالکریم الفت کا ایک اور رنگ بھی دیکھا ہے۔ مجھے خوب یاد پڑتا ہے کہ راوی روڈ پر جہاں آج کل مصورِ مشرق عبدالرحمٰن چغتائی کا مکان واقع ہے۔ وہاں ہمارا ایک دوست رہتا تھا جسے مشاعرہ بازی کا بڑا شوق تھا۔ اس نے ایک روز بزم مشاعرہ کے انعقاد کا اہتمام کیا اور ہم سب کو اپنے گھر پر بلا لیا۔ میں جب وہاں پہنچا تو سارے دوست وہاں پہنچ چکے تھے۔ ایک طرف ایک لمبا تڑنگا آدمی بھی بیٹھا تھا جسے میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مشاعرہ شروع ہو گیا۔ شعر پڑھے جانے لگے۔ میں نے دیکھا کہ عبدالکریم بڑی سنجیدگی سے داد دے رہا ہے۔ بیشتر خاموش ہی رہتا ہے۔ یہ تبدیلی میرے لیے حیران کُن تھی۔ باقی سب لوگ پڑھ چکے تو وہ لمبے تڑنگے صاحب اپنا فارسی کلام سنانے لگے۔ عبدالکریم نے ایک ایک شعر پر نہیں، ایک ایک مصرعے پر بے پناہ داد دی۔ کھانا کھانے کے بعد جب ہم اٹھنے لگے تو عبدالکریم تڑپ کر ایک طرف چلا گیا اور جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں جوتوں کی ایک جوڑی تھی جسے اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ یہ جوتے انہیں صاحب نے پہن لیے جنہوں نے مشاعرے میں فارسی غزل سنائی تھی۔ انہوں نے عبدالکریم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور چلے گئے ان کے جانے کے بعد میں نے عبدالکریم سے پوچھا۔

''یار یہ کون تھا؟''

میرے استاد ''نیاز نعمانی''، میں نے ساتویں جماعت میں ان سے پڑھا ہے''۔

اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو عبدالکریم نے اپنے ساتویں جماعت کے استاد کا نام نیاز نعمانی ہی بتایا تھا مجھے نام کی صحت پر پورا پورا یقین نہیں ہے اور اس بات کا بھی یقین نہیں ہے کہ عبدالکریم نے ساتویں جماعت کہا تھا یا آٹھویں جماعت بہر حال اس روز اس نے اپنے ایک استاد کی اس طرح عزت کی تھی۔

ایک اور واقعہ یاد آتا ہے۔ میں اور وہ انارکلی میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک وہ رُک گیا اور اخبار کے ایک کاغذ کو سڑک پر سے اٹھایا۔ اسے پہلے جو چوما پھر آنکھوں سے لگایا۔ یہ روزنامہ ''زمیندار'' سنڈے ایڈیشن کا پہلا صفحہ تھا جس میں مولانا ظفر علی خان کی ایک نظم چھپی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس نے مولانا کے نام کو چوما تھا۔ اور پھر وہ منزل آ گئی کہ میرے اور میرے لڑکپن کے دوست عبدالکریم الفت کے راستے جُدا ہو گئے! میں اپنے راستے پر آہستہ آہستہ چلنے لگا لیکن وہ سیاست کے خارزاروں میں سے ہو کر عظمت و شہرت کے نئے نئے افقوں کی طرف پرواز کرنے لگا۔

وہ عبدالکریم الفت سے آغا شورش کاشمیری بن گیا۔

آغا شورش کاشمیری برصغیر کا مسلمہ لیڈر......نامور صحافی......شعلہ بیان مقررّ۔

میری اس سے ملاقات شاذونادر ہی ہوتی تھی۔ ہم سب دوست حکیم بدرالدین، چونی لال کاوش، یزدانی جالندھری، علاؤالدین اختر زندگی کے طوفانی حوادث میں تنکوں کی طرح بکھر گئے۔ آغا شورش کاشمیری بلند سے بلندتر ہوتا گیا......آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ اور پھر ایک روز میں اس کے ہاں گیا۔ وہ بیمار تھا، پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اور اس کی دو بچیاں پلنگ کے پاس کرسیوں پر بیٹھی تھیں۔ ایک کی گود میں ٹائپ کیا ہوا ایک ضخیم مسودہ تھا۔ بچیاں مجھے دیکھ کر ادب سے کھڑی ہوگئیں اور سلام کر کے کمرے سے نکل گئیں۔ عبدالکریم نے ہاتھ بڑھا کر وہ مسودہ اپنے سینے پر رکھ لیا۔

''یہ کیا ہے آغا صاحب''

اس نے شکایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا

''میرزا! میں تیرا وہی عبدالکریم ہوں''

''مگر اب آپ......''

''اللہ نے عزت دی ہے......تیرے دوست کو اللہ نے عزت دی ہے......اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے''۔ وہ ذرا رُکا اور پھر کہنے لگا۔ یہ مولانا ابوالکلام آزاد کی سوانح حیات ہے' نظرثانی کررہا ہوں۔ اس کام میں میری یہ لڑکیاں میری مدد کررہی ہیں۔''

میرے ذہن میں اس کے یہ الفاظ پھڑ پھڑا رہے تھے۔

''میرزا! میں تیرا وہی عبدالکریم الفت ہوں''۔

میں نے کہا

''عبدالکریم! چلو گے نہیں؟''

''کہاں''

''کلچے لینے کے لئے......نانا جان کی دکان پر......استادی تو نہیں دکھاؤ گے؟

اس نے میرے الفاظ سنے......مسودے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اوپر دیکھ رہا ہے۔ اور یکا یک مجھے محسوس ہوا کہ اس کی پلکیں آنسوؤں سے بوجھل ہوگئی ہیں۔ آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔

''میرزا!'' اس نے زیرلب کچھ کہا۔ میں سمجھ نہ سکا وہ اوپر دیکھتا رہا......اور میری نظریں فضا میں بھٹکتی رہیں اور اس کے چندروز بعد میرا لڑکپن کا دوست عبدالکریم الفت اور ملت اسلامیہ کا قابلِ فخر فرزند دنیا سے رخصت ہوگیا۔

(ختم شد)

شورش کاشمیریؒ

نواب زادہ نصراللہ خان

(قلمی چہرہ)

نواب زادہ نصراللہ خان کا تخلص تو ناصر ہے اور فارسی کے اشعار بھی خوب کہتے ہیں لیکن اپنے ذوق کے لیے ’سنانے یا چھپوانے کے لیے نہیں۔ سیاسیات میں ان کا تخلص حقہ ہے۔ حقے کے بغیر یہ مکمل نہیں ہوتے۔ سفر وحضر میں بھی ان کے غم گسار کا نام حقہ ہے۔ خدا معلوم گرمانی صاحب زیادہ حقئی ہیں یا نواب زادہ۔ بہر حال رہنے والے دونوں ایک ہی ضلع کے ہیں۔ اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ مظفر گڑھ کے ضلع میں آم اور حقہ کثرت سے کاشت ہوتے ہیں۔ میر تقی میر نے زندگی بھر پری چہرہ لوگوں کی یاد میں اتنی آہیں نہیں بھری ہوں گی جتنا دھواں نواب زادہ صاحب نے جمہوریت کی یاد میں اُڑایا ہے۔

وضع دار، شریف، متواضع، خلیق، ذہین، مدبر، دُھن کے پکے، قول کے سچے، طبیعت میں درویشی، مزاج میں دور اندیشی، خاندانی اعتبار سے رئیس ابن رئیس لیکن رعونت، نہ تکبر۔ جیسا ملا پہن لیا جو ملا کھا لیا۔ شکایت کسی کی نہیں کرتے ،حکایت بھولتے نہیں، کشتۂ ناز، سراپا نیاز، دل میں گداز، سینہ پر راز، پرانے لباس میں نیا انسان، ٹوپی تحریک خلافت کی یادگار، اچکن مسلم لیگی، کرتا اور شلوار دونوں جاگیر دار، جوتی نوابی، چوری ہو جائے تو دعا دیتے ہیں رہزن کو، ناک کھچا ہوا ،دہن کھلا ہوا، لیکن خطابت کے نزدیک سے نہیں گزرتے، سیاسی تاش میں ترپ کے پتے لگاتے وقت کھلاڑیوں کی ذہانت سے آنکھیں چار کر لیتے ہیں۔

احرار کی پرانی نسبتوں کے باعث خوش مہم، نہ عیب بیں نہ عیب چیں، مغربی پاکستان میں سہروردی کے سب سے زیادہ معتمد، زبان میٹھی، لہجہ شستہ، گالی کے نام ہی سے نا آشنا، فارسی کے رسیا، اردو کے شیدائی، انگریزی میں اُتارو، سواد خط انتہائی خوبصورت، ماتھے پر قصیدے کی تمکنت، آنکھوں میں غزل کا سرور، دل آئینہ، نہ کسی کو مرعوب کرتے، نہ کسی سے مرعوب ہوتے ہیں۔ جاگیرداروں کی ایک بھی روایتی برائی ان میں نہیں، نہ اُس بازار کے مسافر، نہ اُس بازار کے راہی ،شب وروز سیاسیات ہی کا سفر کرتے ہیں۔ خان گڑھ ان کی اور ان کے خاندان کی ’’ریاست‘‘ ہے۔ صوبائی اسمبلی کے ممبر وہیں سے منتخب ہوئے تھے‘ پھر قومی اسمبلی کے رکن بھی اسی حلقۂ انتخاب سے چنے گئے......غرض نواب زادہ نصراللہ خان ہر لحاظ سے ایک مکمل انسان ہیں۔

مولانا فقیر اللہ رحمانی (رحیم یار خان) (پہلی قسط)

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ کی یاد میں

یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے، جب میں دار العلوم عید گاہ کبیر والا (ضلع خانیوال) میں پڑھتا تھا اور مدرسہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں دیگر طلباء کے ساتھ شرکت کے لیے ملتان آیا۔ عصر کا وقت تھا۔ میں نماز کے لیے مسجد میں داخل ہو رہا تھا اور ایک خوبصورت نوجوان، دراز قد، لمبی زلفیں، کھلا چہرہ، کھدر کا لباس زیب تن کئے ہوئے مسجد سے نکل رہا تھا، اتنے میں آپ سے کسی نے پوچھا کہ شاہ جی نماز پڑھ لی۔ شاہ جی نے کہا ہاں بھائی پڑھ لی۔ میں اس گھبرو جوان کو دیکھنے لگا۔ یہ حسین چہرے والا کڑیل جوان کون ہے؟ یہ نوجوان پشاوری چپل پہن کر ساتھ ہی اپنے ایک بک سٹال پر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی جلدی نماز عصر ادا کی اور پھر اس گبھرو جوان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اُن کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو مجھے بتاتا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ بس کچھ دیر یوں گم سم کھڑا رہا۔ بعد ازاں یہ حسرت دل میں لے کر جلسہ گاہ میں چلا گیا کہ کوئی تو تعارف کراتا یہ شاہ جی کون ہیں؟ جلسہ سے فارغ ہو کر پھر دوبارہ مدرسہ میں چلا گیا۔ مدرسہ میں ایک رات عشاء کے قریب کسی طالب علم نے مجھے بتایا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے چھوٹے فرزند مدرسہ میں آئے ہوئے ہیں اور بعد نمازِ عشاء تلاوت قرآن پاک فرمائیں گے۔ بعد نمازِ عشاء آپ طلباء کے ایک دائرہ میں مدرسہ کے صحن میں بیٹھ گئے اور دو رکوع قرآن پاک کے تلاوت کئے۔ سبحان اللہ آپ کی پیاری آواز رات کے سناٹے میں اور بھی بہت خوبصورت لگی۔ آپ کچھ دیر طلباء میں گھل مل کر بیٹھے رہے۔ بعد ازاں چیچہ وطنی کے لیے روانہ ہو گئے۔ طلباء نے بتایا کہ ان دنوں آپ وہاں پڑھاتے ہیں۔

اگلے سال میں نے مدرسہ نعمانیہ، محلہ قدیر آباد ملتان میں داخلہ لیا۔ ایک روز چوک فوارہ سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک بزرگ پر پڑی جو کہ ایک بائیسکل پر جا رہے تھے۔ سائیکل پر ایک کپڑے کا چھوٹا سا تھیلا لٹکا ہوا تھا۔ میں یک دم کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ ساتھ والے ایک طالب علم نے پوچھا کہ کھڑا کیا دیکھتا ہے۔ میں نے اسے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ اس بزرگ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ کون ہیں؟ اس طالب علم نے مجھے بتایا کہ یہ پائے کے عالم، ادیب، فقیہہ اور مؤرخ ہیں۔ کتابیں لکھتے ہیں۔ اپنے مسودات کاتب کے پاس خود لے جاتے ہیں اور اپنی نگرانی میں کتابت کراتے ہیں۔ ان حضرت کا یہ ابتدائی تعارف تھا۔ دل میں تڑپ پیدا ہوئی لیکن خانۂ امیر شریعت تک رسائی نہ ہو سکی۔ اگلے سال بعض عوارض کی وجہ سے حصول تعلیم کے لیے باہر نہ جا سکا اور بستی میں ہی پھر استاذِ محترم مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ہاں اسباق شروع کر دیئے۔ یاد رہے کہ ان دنوں مولانا عبدالحقؒ اپنے خرچ پر ایک مدرسہ کی ابتدا کر چکے تھے۔ جس کا نام جامعہ حقانیہ تجویز ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد مولانا محمد عیسیٰ رحمہ اللہ اور مولوی نعیم اللہ مرحوم کے اصرار پر مولانا، مدرسہ کنز العلوم میں چلے گئے۔

۱۹۶۷ء کے اواخر میں ایک روز صبح کہیں جا رہا تھا کہ ایک گلی میں حافظ عبدالخالق احراری آف غازی پور کے ہمراہ ایک کھدر پوش نوجوان کو دیکھا۔ رسمی طور پر علیک سلیک ہوئی۔ حافظ عبدالحق نے مجھے بتایا کہ یہ نوجوان حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند سید عطاء المحسن شاہ صاحب ہیں اور مولانا قمرالدین صاحب کو ملنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو ساتھ لے کر چچا قمرالدین صاحب کے ڈیرے پر لے آیا اور میزبانِ احرار مولانا قمرالدین کو اطلاع دی۔ آپ خوشی خوشی آئے ،حضرت سے ملے تو حافظ عبدالخالق احراری نے تعارف کرایا کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ میں نے پھر اپنے چچا فدائے احرار مولانا صالح محمد صاحب کو اطلاع دی تو وہ بھی از حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے بخت جاگے ہیں کیونکہ یہ حضرات، حضرت امیر شریعتؒ کے پروانے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ کبھی تو ہمارے ہاں فرزندانِ امیر شریعتؒ تشریف لائیں۔ خیر چچا صالح محمد صاحب بھی ڈیرے پر تشریف لے آئے۔ حضرت شاہ صاحب ان سے بھی پر تپاک ملے۔ ان دونوں حضرات نے آپ سے خیریت پوچھی۔ اماں جی رحمہا اللہ اور جانشین امیر شریعت کی خیریت چاہی اور بہت ہی خوش ہوئے۔ یہ تھی حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب سے میری پہلی ملاقات۔ آپ نے مجھ سے نام اور تعلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ اب مجھے یاد آیا کہ یہ وہی شاہ جی ہیں، جو مدرسہ خیر المدارس کے جلسہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ اب تو میں بہت خوش تھا کہ دیرینہ حسرت پوری ہوئی۔ میں نے دوڑ کر مولوی نعیم اللہ صاحب کو جا کر اطلاع دی کہ سید عطاء المحسن شاہ صاحب ملتان سے تشریف لائے ہیں، وہ بھی میرے ساتھ چچا قمرالدین صاحب کے ڈیرے پر آئے۔ حضرت ان سے بھی اچھے انداز میں ملے، اس سے قبل میں نے مولوی نعیم اللہ صاحب کو بتا دیا تھا کہ سیدزادہ کو دیکھو تو سہی کیسا با اخلاق! پہلی ہی ملاقات میں اتنا بے تکلف، خوبصورت ایسا کہ جس کی مثال دی جا سکے۔ ہم دونوں اپنے بزرگوں کا ادب ملحوظ کر کے ایک طرف بیٹھ گئے، آپ کا دیدار کرتے رہے اور آپ کی، اپنے بزرگوں کے ساتھ گفتگو سنتے رہے۔ کچھ دیر بعد چچا قمرالدین صاحب نے مولوی نعیم اللہ صاحب کا تعارف کرایا کہ یہ بچہ میرا بھتیجا ہے، یہ دونوں اکٹھے پڑھتے ہیں اور ان دونوں میں بڑی دوستی ہے۔ انہوں نے اپنے مدرسہ میں ''انجمن حسینیہ'' ایک جماعت بنائی ہے۔ حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ ہم نے آپ کو اپنے دفتر تشریف لانے کی دعوت دی، جو کہ منظور ہوئی۔ دوسرے روز آپ ہمارے دفتر میں تشریف لائے اور دفتر میں چسپاں مختلف چارٹ دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ صرف شہیدِ کربلا و مظلوم کربلا کے کردار کو مدنظر نہیں رکھنا بلکہ جمیع صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے کردار کو مدنظر رکھ کر ان کے دفاع کا کام کریں پھر ہمیں مجلس خدام صحابہ کے نام پر کام کرنے کی دعوت دی۔

اس پہلی آمد پر آپ نے صرف دو دن بستی میں قیام کیا پھر ۱۹۶۸ء میں مولوی عطاء اللہ صاحب (مولانا قمرالدین کے بھائی) کے سالانہ جلسہ پر آپ نے بستی مولویاں میں خطاب کیا۔ اس خطاب سے پہلے مولانا قمرالدین صاحب نے آپ کا پورا انٹرویو لیا اور مختلف سوالات کر کے آپ کی معلومات علمی پوزیشن جاننا چاہی۔ حضرت شاہ صاحب نے میزبانِ احرار کو

پوری وضاحت کے ساتھ جوابات دیئے اور انہیں تسلی دلائی ۔انہی ایام میں فتنہ مودودی کا زور تھا۔حضرت شاہ صاحب کو ''خلافت وملوکیت'' کے حوالے از بر یاد تھے۔جب میزبانِ احرار مولانا قمرالدین صاحب نے سب تحریریں جو کہ مولانا مودودی نے صحابہ کرام خصوصاً حضرت عثمان غنی اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف لکھی تھیں سنیں تو بے حد خوش ہوئے اور آپ نے حضرت شاہ صاحب کو داد دی اور کہا کہ ماشاءاللہ آپ کو تو پوری معلومات ہیں۔آپ ہمارے علاقہ میں کام کریں۔ہم آپ کے ساتھ ہیں۔میزبانِ احرار مولانا قمرالدین صاحب نے صرف پوری سرپرستی نہیں بلکہ سرپرستی کا حق ادا کردیا۔پورے علاقہ میں حضرت شاہ صاحب کو پھرایا۔بدلی شریف میں حضرت پیر سید غلام سرور شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور ان سے تعارف کرایا پھر پیر غلام سرور شاہ صاحب نے بھی کمال شفقت فرمائی۔گرمی ہو یا سردی سید صاحب چل رہے ہیں۔گرمی،لو،تپش یا پھر سردی میں آپ رکے نہیں بلکہ آپ ہم نوجوانوں سے بھی آگے قدم بڑھا کر چلتے رہے۔یہ بھی عجیب با کمال شاہ صاحب تھے۔اپنے معمولات کے سختی سے پابند،شب بیدار،مریدین کا حلقہ وسیع تمام متعلقین وحلقہ مریدین میں اعلان کردیا کہ حضرت سید عطاءاللہ شاہ صاحب کے بیٹے آئے ہوئے ہیں۔ان کے ساتھ تعاون کریں،جماعتی حلقے بنوائیں۔ان کا گھر بھی الحمدللہ آج تک خاندانِ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی ملاقات ملک منورالدین اعوان سے ہوئی۔یہ دراصل تلہ گنگ کے رہنے والے تھے۔ان کے دادا یہاں ہمارے علاقہ میں تشریف لائے تھے۔وہ حافظ قرآن تھے اور یہاں بستی مولویان کے قدیمی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے تو پھر یہاں کے مکین بن گئے۔ملک منورالدین پڑھا لکھا آدمی تھا۔صاحب مطالعہ اور معاملہ فہم تھا۔ایک ہی ملاقات میں ایک دوسرے سے گھل مل گئے۔دونوں نے جب ایک دوسرے کا جائزہ لیا تو ملک صاحب نے حضرت شاہ صاحب کو فرمایا کہ آپ کا پروگرام تو بھوک مرنے کے مترادف ہے لیکن چونکہ بات حق ہے اس لیے آپ کو چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔چونکہ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں انفاق ہی انفاق ہے،انجماد نہیں۔یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ''خرچ کرتے رہو''۔''جمع کرتے جاؤ'' کہیں نہیں فرمایا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں دولت کی مساوی تقسیم ہے۔

پھر حضرت شاہ صاحب،ملک منورالدین اعوان کے ساتھ چوک مکی مسجد رحیم یار خان میں،ذربان خان کے ہوٹل پر بیٹھنے لگے۔یہ ہوٹل کیا تھا۔ایک ٹی سٹال تھا۔ایک لمبا کمرہ،چھپر کی چھت،جس میں سارا دن آگ جلتی تھی۔دھواں ہوتا کیونکہ یہ علاقہ پٹھانوں کا مرکز تھا اور سارا دن اس ہوٹل میں پٹھان ہی اٹھتے بیٹھتے یہاں پر آپ کی ملاقات الیاس خان اور عبدالجلیل پٹھان سے ہوئی۔دونوں مزدور لیڈر تھے جو کہ عباسی ٹیکسٹائل ملز اور لیور برادرز کے مزدوروں کے سرکردہ لیڈر تھے اور ان کا تعلق کسی سوشلسٹ پارٹی سے تھا۔حضرت شاہ صاحب نے ان سے گفتگو شروع کی۔آپ نے اسلام میں مزدور کے حقوق پر بات کی اور انہیں قائل کیا کہ واقعی اسلام میں ہی مزدور کا تحفظ ہے تو دونوں نے اپنی پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔اب پارٹی میں

ہل چل مچ گئی کہ ان کو کیا ہوا تحقیق پر ان کو معلوم ہوا کہ سید زادے کی گفتگو کا اثر ہوا ہے۔ آپ نے ان کو مجلس احرار اسلام میں شمولیت کی دعوت دی اور انہیں جماعت کا منشور پیش کیا۔ یہ لوگ مجلس احرار اسلام میں مع مولانا غلام ربانی رحمہ اللہ شامل ہوئے اور اسی طرح مکی مسجد جماعت کا مرکز بن گئی اور مکی مسجد میں دوروزہ کانفرنس ہوئی' خیمے لگے اور احرار کارکنوں کو ٹوکن پر کھانا کھلایا گیا۔ اس کانفرنس میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے انقلابی بیان کیا۔ اس علاقہ میں آپ کا یہ پہلا خطاب تھا۔

اس کے بعد حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے دیہات کا رخ کیا اور قریہ قریہ گاؤں گاؤں پھرتے اور دین بیان کرتے رہے۔ اس وقت ہمارے علاقہ میں کوئی پختہ سڑک نہ تھی۔ بالکل پسماندہ کچی سڑک گرد وغبار اتنا کہ چلنا دشوار' سواری کا تصور ہی نہ تھا۔ آپ نے کبھی بھی سواری نہ ہونے کا شکوہ نہ کیا اور پیدل چل کر ایک ایک گھر پہنچے۔ آپ میں دینی جذبہ اتنا تھا کہ رات دن ایک کر کے علاقہ میں دین پہنچایا۔ ملک منورالدین، نذیر احمد چوغطہ، ملک اللہ بخش، مولانا بلال احمد اور راقم الحروف آپ کے ہمراہ ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ یہاں پر وڈیرہ شاہی کا راج تھا اور مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ کا سکہ چلتا تھا۔ آپ نے عوام کو جھنجھوڑا اور ان میں شعور پیدا کیا۔ آپ عوام میں گھل مل گئے۔ آپ نے امیر، غریب کا فرق ختم کر دیا۔ عوام جو کہ کمتری کا شکار تھے۔ آپ کے اس رویے سے از حد متاثر ہوئے۔

ایک دفعہ آپ کسی بستی سے تقریر کر کے واپس بدلی شریف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی نے آپ کو رات کے قیام کی دعوت دی۔ آپ نے مذاق مذاق میں کہہ دیا کہ مرغ کھاؤں گا۔ اس نے بخوشی یہ بات قبول کر لی اور بھاگ کر گھر سے اصیل نسل کا مرغ پکڑ کر لے آیا کہ لو حضرت! ذبح بھی آپ خود کریں۔ آپ خفا ہوئے: ''اب نہ تجھے ثواب ہوگا اور نہ مجھے'' مرغ کو چھوڑ دیا اور وہیں پر ایک کچی مسجد میں بیٹھ گئے۔ اس نے کوشش کی کہ حضرت ڈیرے پر چلیں' چارپائی پر آرام کریں۔ کھانا پکوا آتا ہوں۔ آپ نے اسے کہا کہ تو نے کیا سمجھا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا بھکاری ہے۔ اب تیرے گھر کی روٹی نہیں کھاؤں گا۔ خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں۔ آپ نے رات وہیں تلاوت قرآن پاک کرتے گزار دی۔

آپ دس دس میل تک پیدل سفر، رات دن بیان ہوتے۔ دیہات میں کوئی اچھا کھانا میسر نہ آتا لیکن آپ نے کبھی اس کی پروا نہ کی۔ آپ ہمیشہ رسومات، شرک، بدعت سے روکتے۔ یہاں ہمارے علاقہ میں ایک دربار ہے جس پر منت، چڑھاوے رسومات اور سالانہ میلہ لگتا ہے اور دربار کے قریب ہی راقم الحروف کا رقبہ ہے۔ فدائے احرار مولانا صالح محمد نے مشورہ دیا کہ وہاں پر آپ کا بیان کرایا جائے۔ تجویز عمدہ تھی۔ دن مقرر ہو گیا اور ہم تیاری میں لگ گئے۔ اپنے اس رقبہ پر آپ کا شان سے جلسہ کرایا۔ مولانا قمرالدین، مولوی عطاء اللہ، مولوی شمس الدین تمام برادران جلسہ میں شریک ہوئے اور ان کی سرپرستی میں حضرت شاہ صاحب نے کھل کر قرآن مجید پڑھا اور شرک وبدعات اور رسومات کی قباحت بیان کی۔ چونکہ علاقہ شرک وبدعات کا مرکز تھا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کڑوی لگی۔ انہوں نے قرآن کے مقابلہ میں ساتھ ہی اپنے رقبہ

میں بیلوں کا میلہ رکھ دیا اور ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ ہم نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم خاموشی سے بیٹھے رہو۔ انہیں کچھ نہ کہو، انہیں اپنا کام کرنے دو اور ہم اپنا کام کریں گے۔ آپ نے پورے زور سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔ اللہ کی کتاب تھی اور بخاری کی آواز۔ میدان آدھ گھنٹہ سے پہلے صاف ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے عصر تک وعظ کیا۔

ملک منورالدین اعوان کی رگ شجاعت پھڑکی۔ انہوں نے کہا' ان لوگوں نے ہمارا مقابلہ کیا ہے۔ اب ہم ان کے گھر میں یعنی دربار پر جلسہ کریں گے۔ ملک منورالدین کے بہنوئی کا گھر دربار پر ہی تھا۔ انہوں نے ان سے رابطہ کیا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد دربار پر ہی جلسہ ہوا۔ آج سید زادے کا رنگ ہی کوئی اور تھا۔ شاہ صاحب نے ہمیں پہلے فرما دیا تھا کہ آپ لوگوں نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کرنی۔ سب معاملہ رب پر چھوڑ دو۔ ہمیں وہی کافی ہے۔ حضرت شاہ صاحب وہاں پہنچے تو ان لوگوں کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور وہ بندوقیں اٹھا کر سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو عوام پر سکتہ طاری ہو گیا۔ بعد ازاں آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ماشاء اللہ آپ سب لوگ مسلمان ہیں اور قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور ہم سب کے گھروں میں قرآن مجید موجود ہوگا۔ کیا کبھی ہم نے قرآن کی بات بھی سنی ہے کہ قرآن ہمیں کہتا کیا ہے پھر آپ نے قرآن مجید کی تلاوت اور ترجمہ کر کے بتایا کہ او پگلے لوگ! مجھ پر کیوں ناراض ہوتے ہو۔ تمہارا اپنا قران کہتا ہے کہ شرک نہ کرو۔ بس حضرت کی زبان اور قرآن کا اثر تھا کہ ان لوگوں پر دہشت طاری ہو گئی اور وہیں شل ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے جوش میں آ کر اپنا گریبان کھول کر انہیں پکار کر فرمایا کہ آؤ آج پھر کربلا کی یاد تازہ کر دو۔ میں تو حسنی حسینی سید زادہ ہوں۔ پتہ نہیں تم کس کی اولاد ہو۔ آج پھر سید بندوق کے سائے میں قرآن پڑھ رہا ہے۔ ایک عجیب کیفیت تھی۔ سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ مخالف لوگ بہت نادم ہوئے اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے سرغنے کو اس دنیا میں جو سزا دی وہ یہاں بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔

شاہ جی نے انہی دنوں بھٹہ وہن میں بھی ایک یادگار بیان کیا۔ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے اس بھٹہ وہن میں تین دن متواتر بیان کیا۔ (یہ شہر قدیمی شہر ہے اور ہندوؤں کا مرکزی شہر تھا) تیسرے دن جب حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے بیان شروع کیا تو سامنے بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو آپ نے یہ کہہ کر سامنے سے اٹھا دیا کہ آپ لوگوں نے قرآن کو بہت سن لیا۔ آج میں تو ہندوؤں کو قرآن سناؤں گا جو کہ پیچھے آ کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ان ہندوؤں کو بلا کر آگے بٹھایا۔ اب بخاری گونجا پھر ہندو مسلم سب زاروقطار رو رہے تھے۔ بعد میں یہی ہندو حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

(جاری ہے)

سید یونس الحسنی

یادگارِ حلقہ بگوشانِ مصطفیٰ ﷺ
نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم

بالآخر نواب زادہ نصر اللہ خان بھی خلدِ آشیانی ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موت سے کسی کو مفر نہیں، سو یہ بزرگ بھی حکمِ ربّی کا ذائقہ چکھ کر امر ہوگئے۔ رہے نام اللہ کا، باقی ہر شے لاشے ہے۔ وہ ملّی وفاؤں کا پیکر، رفتگاں کی اجلی اداؤں کا حسین مرقع اور جہدِ حریت کی وحشت اثر مسافتوں کے انتھک راہی تھے۔ انہوں نے مفکرِ احرار چودھری افضل حق ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین اور مدبر احرار ماسٹر تاج الدین رحمہم اللہ کی ولولہ انگیز رفاقت ، قیادت وسیادت میں خارزارِ سیاست میں قدم رکھا، جب سیاست کا صلہ یقیناً آہنی زنجیریں تھیں۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب انقلابات کے تذکار گردن زدنی تھے مگر یہ ہمیشہ ہم جلیس زعماء کے ہم قدم اور ہم نوا رہے۔ مجلس احرار اسلام اُس وقت برصغیر میں برطانوی استعمار کی سب سے بڑی دشمن جماعت تھی۔ نواب زادہ صاحب نے اسی جماعت کے سٹیج کو اپنا مسکن بنایا۔ پنجاب کے یہ واحد زمیندار احراری تھے۔ اُن دنوں اس طبقے کے زیادہ تر لوگ فرنگی حکمرانوں کی دہلیزوں پر توشہ ہائے وفاداری لیے پھرتے تھے۔ ان رسموں کے ''باغی نواب'' کی غیرت وحمیت کو یہ سب کچھ گوارا نہ تھا اور اُنہوں نے اپنے لیے ایسے خارزار راستے کا انتخاب کیا جس میں کٹھنائیاں ہی کٹھنائیاں تھیں، آسودگی نام کو نہ تھی۔ نواب سیف اللہ خان کی گود کا یہ ناز پروردہ اور چیفس کالج لاہور کا تعلیم یافتہ جوانِ رعنا اجنبی راہوں کا مسافر ہوگیا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ نواب زادہ صاحب کی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کے تخیلات، افکار ونظریات اور کیف ومستی کے تمام زاویے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ کے فیضانِ محبت سے مستنیر تھے۔ ان میں ملی غیرتوں اور قومی حمیتوں کی آتش سوزاں کا الاؤ بھڑک رہا تھا جو نہیں سوتے جاگتے ایک ہی نغمہ سناتا کہ بقول اقبال: ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی'' (اگر تو زندگی چاہتا ہے تو خطرات میں جینا سیکھ لے) اور یہی نغمہ تادمِ واپسیں ان کا حرزِ جاں رہا جس پر وہ کسی پل، کسی لمحے، کسی گھڑی یا لحظے میں کسی سے کبھی سمجھوتہ نہ کر سکے۔ وہ اس راہ پر اس شان سے چلے کہ بہت جلد آسمانِ مجلس احرار کے نیرِ تاباں بن گئے تا آنکہ تقسیمِ ہند کے وقت کل ہند مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری اور ترجمان احرار روزنامہ ''آزاد'' کے ایڈیٹر بن گئے۔ قیام پاکستان کے بعد جب حضرت امیر شریعت نے احرار کو انتخابی سیاست سے الگ کر دیا تو وہ ایک اور راستے پر چل نکلے وہ راستہ حقوق انسانی کی محافظت کا

تھا۔شہری آزادیوں کی بحالی وبقا کا راستہ تھا۔ جسے انہوں نے نظامِ جمہوریت کے نفاذ ونفوذ کی جدوجہد کا نام دیا۔اس الگ تھلگ راہ پر گامزن ہونے کے باوصف احرار، حضرت امیر شریعت اور خانوادۂ امیر شریعت سے ان کی عقیدت، محبت اور شفقت پوری آب وتاب کے ساتھ قائم رہی۔قابو چیوں نے اس حسین کیفیت کو دھندلانے کی نامشکور سعی کی مگر وہ کسی عادر کو کبھی خاطر میں نہیں لائے اور اپنا رشتۂ مؤدت وحرمت پوری توانائی کے ساتھ قائم رکھا۔پاکستانی سیاست میں وہ جہاں بھی رہے ہمیشہ صدر نشینوں میں رہے۔ جہدِ حریت کے بعد جہدِ جمہوریت میں ان کے ہم سفر تو بہت تھے مگر ان کا ہم سر کوئی نہ تھا۔اس عہدِ نافرجام میں انہوں نے کئی طالع آزماؤں کو پوری قوت سے روکا، ٹوکا اور ہوڑاہٹکا مگر اُن کی اطاعت کے تازیست منکر رہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ احرار نے مجاوروں کی ڈار کی بجائے مجاہدینِ صف شکن کا لشکرِ جرار تیار کیا، جس کے اکابر واصاغر نے وفاداران اغیار سے کبھی مفاہمت نہیں کی۔نواب زادہ نصر اللہ خان کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ اور سیاستِ حاضرہ میں بیتا ہوا ایک ایک پل اس عظیم سچائی کا عکاس تھا کہ وہ مجاور نہیں اکل کھرے مجاہد تھے۔اس جمہوری جھمیلے میں بھی وہ اپنے دینی معتقدات سے کبھی دست کش نہیں ہوئے بلکہ خم ٹھونک کر ان کا اظہار کرتے رہے۔

مجھے یاد ہے ۱۹۷۰ء میں گجرات میں اسلامی متحدہ محاذ کے زیر اہتمام ایک بڑے جلسۂ عام میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے نوابوں نے اپنی کوٹھی میں مرزائیوں کو عبادت گاہ بنا کر دی جو گجرات میں اُن کی واحد پناہ گاہ تھی۔نواب زادہ صاحب اس اطلاع پر سخت برافروختہ ہوئے، ان کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا۔اپنی تقریر میں انہوں نے فرمایا:

> ''اے گجرات کے نوابو! تف ہے تم پر تف۔تم کلمہ تو سرورِ کائنات ﷺ کا پڑھو، اپنے مسلمان ہونے پر اتراؤ اور اُسی رسول آخریں ﷺ کے دشمنوں اور ان کے منصبِ ختم نبوت کے سارقوں کو پناہ دو۔قسم ہے پروردگار کی، میرے دشمن کے دروازے پر بندھا ہوا کتا تم سے کہیں زیادہ اپنے آقا کا وفادار ہوتا ہے۔''

اُن کے خطاب سے وہاں فدایانِ ختم نبوت کی ڈھارس بندھی اور اُنہیں یہ حوصلہ ہوا کہ وہ کھل کر مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کی مخالفت کرنے لگے۔

سیاست کئی روپ بدلتی ہے۔پھر جمہوری سیاست الامان والحفیظ۔اس ملک پر کل کے حکمران جو اقتدار میں آ کر کسی کو پرکاہ کے برابر وقعت نہیں دیتے تھے ہم نے دیکھا کہ وہ نواب زادہ صاحب جنت مکانی کے گھٹنے چھونا اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔آج کے عسکری ناخدا ہی کو لیجیے اپنے مجبور ساتھیوں کی وساطت سے بار بار رابطے کرتے رہے مگر اُنہیں سرمو کامیابی نہ مل سکی۔وہ روضہ رسول رحمت ﷺ میں باریابی کے بعد وہاں چلے گئے جہاں سے کبھی کوئی لوٹ کر نہیں آیا اور یہ سب ریاکار بندگانِ حرص وآز اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

نوابزادہ نصر اللہ خان بلاشبہ اپنی مثال آپ تھے۔ وہ یادگار حلقہ بگوشانِ مصطفیٰ تھے۔ اُن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ وہ عمر بھر صرصر کو صبا، ظلمت کو ضیاء اور آندھی کو ہوا کہنے سے انکاری رہے۔ اُنہوں نے سرگزشت لات ومنات کو ہمیشہ پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا۔ خونِ دل سے چراغ لالہ وگل کو روشن رکھنے کی تگ وتاز میں منہمک رہے۔ وہ صبا کا روپ تھے، نظمِ گلستان کا مقطع تھے۔ وہ جو مدت العمر ہمارے نظم وزباں سے مضامین تازہ کے انبار لگاتے رہے، آج ہم میں نہیں رہے اس لئے جمہوری چمن کدوں میں ہنگامۂ فغاں برپا ہے۔ فصل گل پر یکا یک خزاں چھا گئی ہے۔ لاجرم ان کا چلن ہر جمہوری مسافر کے لئے ہمیشہ چراغ راہ رہے گا۔ سید محمد کفیل بخاری اکثر لاہور میں ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوتے اور نواب زادہ صاحب بے پناہ شفقت فرماتے۔ وہ دو مرتبہ دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں تشریف لائے اور اپنے دلآویز خطاب سے نوازا۔ نوابزادہ صاحب نے خانوادۂ امیر شریعت سے مروت کی انتہا کر دی تھی۔ اس الفت یگانہ کے پیش نظر فرزندِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری اور ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری غم واندوہ میں ڈوبے خان گڑھ پہنچے اور نواب زادہ صاحب کے آخری غسل میں شریک ہوئے۔ دوسرے روز نماز جنازہ میں احرار کارکنوں کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا۔

''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

☆......☆......☆

پچھلے شمارے وچ مخلص دی ''پارت'' پڑھ تے

(سرائیکی قطعہ)

اے پل پل اساڈی دعا ہے جو دردر ''نقیب'' پڑھی جے
ہر گالھ نویں، ہر حال نواں، ہر ستر ''نقیب'' پڑھی جے
اے کفیل بخاری دی محنت دا ہے خاص ثمر ''نقیب'' پڑھی جے
میں رحمانیؔ دی خواہش ہے جو گھر گھر ''نقیب'' پڑھی جے

(فقیر اللہ رحمانی)

مولانا زاہد الراشدی

مولانا اعظم طارق شہیدؒ......عزم و استقامت کا پیکر

مولانا اعظم طارق بھی اپنے پیشرو رہنماؤں' مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور مولانا ایثار الحق قاسمیؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سفاک قاتلوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے یہ افسوسناک خبر امریکہ کے شہر بفیلو میں سنی' جہاں میں ۶ اکتوبر کو مولانا عبدالحمید اصغر کے ہمراہ دارالعلوم مدینہ کی ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لیے عصر کے وقت پہنچا۔ اس تقریب سے حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی نے خطاب کرنا تھا اور مجھے بھی کچھ معروضات پیش کرنے کے لیے حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن نے حکم دیا تھا جو دارالعلوم مدینہ کے سربراہ ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ ہم جب تقریباً سات گھنٹے کا بائی روڈ سفر کر کے بفیلو پہنچے تو وہاں عصر کا وقت تھا جبکہ پاکستان میں رات پچھلے پہر کا عمل ہوگا۔ وہاں پہنچتے ہی دارالعلوم مدینہ کے ایک استاد نے خبر دی کہ مولانا اعظم طارق اسلام آباد میں گولڑہ موڑ کے قریب بے رحم قاتلوں کی فائرنگ کا نشانہ بنتے ہوئے اپنے چار محافظوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ زبان پر بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوا اور دل غم واندوہ کی گہرائیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا۔

ابھی ۷ ستمبر کو چناب نگر میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس تھی۔ عشاء کے بعد کی نشست سے خطاب کر کے میں واپسی کی تیاری کر رہا تھا کہ پتہ چلا کہ مولانا محمد اعظم طارق آ گئے ہیں اور انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد کانفرنس سے خطاب کرنا ہے۔ ایک عرصہ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ان کی قیام گاہ کی طرف چلا گیا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں اور محافظوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے' مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے' تپاک سے ملے' ایک دوسرے سے ہم نے حال احوال معلوم کیا، کھانا اکٹھے کھایا' پھر انہوں نے اپنے رفقاء کو اشارہ کیا اور وہ سب کمرے سے باہر چلے گئے۔ تنہائی ہوتے ہی انہوں نے دو باتوں کے بارے میں مشورہ کے طور پر استفسار کیا۔ پہلی بات یہ تھی کہ انہوں نے سیاسی طور پر جو راستہ اختیار کیا ہے' اس کے بارے میں انہوں نے میری رائے پوچھی' ان کا کہنا تھا کہ پنجاب کے حوالہ سے ہمارے لیے الگ سیاسی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ وہ اگر مجلس عمل اور جمعیت علمائے اسلام سے ہٹ کر پنجاب کے حالات کے پیش نظر ایک الگ سیاسی راستے کو ضروری سمجھتے ہیں تو اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان کا حق ہے کہ وہ اپنے احوال اور مشن و جماعت کی ضروریات کے پیش نظر جو سیاسی لائحہ عمل مناسب سمجھیں' اختیار کریں لیکن اس کے لیے متحدہ مجلس عمل اور جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ محاذ آرائی ضروری نہیں ہے بلکہ جب اس ضمن میں باہمی محاذ آرائی کی صورت نظر آتی ہے تو میرے جیسے کارکنوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کا نقصان ہوتا ہے' اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بسا اوقات مجبوری ہو جاتی ہے تاہم ہماری کوشش ہے کہ ایسی صورتحال پیدا نہ ہو۔

دوسری بات انہوں نے یہ کہی کہ وہ نوجوانوں کی ذہنی اور فکری تربیت کے لیے ایک پروگرام ترتیب دینا چاہتے ہیں جس کے لیے وہ چاہتے ہیں کہ میں تعاون کروں اور اس پروگرام میں عملی شرکت بھی کروں۔ میں نے گزارش کی کہ یہ میرے لیے انتہائی خوشی کی بات ہے اور میں فکری اور عملی محاذ پر ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہوں۔ اس لیے کہ میں دیانتداری کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ ہم جس جس شعبہ میں بھی کام کر رہے ہیں۔ اس کے لیے ہمارے کارکنوں بلکہ قیادت تک کی ذہنی اور فکری تیاری مکمل نہیں ہے اور ہم ضروری تیاری کے بغیر مختلف محاذوں پر جو کچھ کر رہے ہیں اس کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو رہا ہے۔ مثلاً شیعہ سنی مسئلہ کو ہی لے لیں' مجھے اس محاذ کی اہمیت سے انکار نہیں اور میں دینی اور قومی دونوں حوالوں سے اس مسئلہ کی اہمیت اور سنگینی سے پوری طرح آگاہ ہوں لیکن میرے نزدیک اس کا حل کارکنوں کو جذباتی طور پر مناظرانہ انداز میں تیار کر دینا نہیں ہے بلکہ سنی شیعہ کشمکش کی ایک پوری تاریخ ہے اور طویل تاریخی پس منظر ہے جس سے اس محاذ کی قیادت اور کارکنوں کا پوری طرح آگاہ ہونا ضروری ہے اور ان کے ذہنوں میں صرف عقائد کے فرق کا واضح ہو جانا کافی نہیں ہے بلکہ اسی طرح یہ بھی لازمی ضرورت ہے کہ ہماری ملی تاریخ میں اہم مواقع پر اہل تشیع نے جو کردار ادا کیا ہے اس سے واقفیت ہو۔ اس وقت دنیائے اسلام میں اہل تشیع کی جو تحریکات کام کر رہی ہیں ان سے پوری طرح آگاہی ہو اور عالم اسلام کے بارے میں اہل تشیع کی عالمی قیادت کا اس وقت جو ایجنڈا ہے اس کا علم ہو' ان امور سے کماحقہ آگاہی کے بغیر اس محاذ پر کوئی بھی کام مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگا بلکہ فائدہ کی بجائے نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ مولانا محمد اعظم طارق نے میری باتوں کو توجہ سے سنا۔ بعض سے اتفاق بھی کیا اور یہ فرمائش کی کہ نوجوانوں کی ذہنی و فکری تربیت کے نصاب اور پروگرام کی تیاری میں ان سے تعاون کروں جس کا میں نے وعدہ کر لیا اور پھر آئندہ ملاقات کے وعدہ پر ہم ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

مگر کسے خبر تھی کہ یہ آخری ملاقات ہوگی اور پھر اس کے بعد اس دنیا میں ایک دوسرے سے ملاقات و گفتگو کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ یہ قضا و قدر کے فیصلے ہیں جو اٹل ہوتے ہیں اور وہی صحیح بھی ہوتے ہیں۔ مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے جس انداز سے زندگی بسر کی ہے اور ایک مشن کو زندگی کا مقصد بنا کر اس کے لیے قربانیاں دی ہیں وہ بلاشبہ عزیمت و استقامت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ایثار الحق قاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اور ان کے بعد اب مولانا محمد اعظم طارق نے آج کے دور میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموس کے تحفظ کے لیے جدوجہد کے ایک راستے کا انتخاب کیا جو مشکلات کا راستہ تھا، تکالیف کا راستہ تھا، جان ہتھیلی پر رکھ کر آگے بڑھنے کا راستہ تھا، اذیتوں اور مصیبتوں کا راستہ تھا اور بے رحم قوتوں سے ٹکرانے کا راستہ تھا' ان کے طریق کار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور طرزِ عمل کی تغلیط کی جا سکتی ہے۔ خود مجھے بھی اختلاف رہا ہے جو اب بھی قائم ہے اور میں نے اس کے اظہار میں کبھی ابہام سے کام نہیں لیا لیکن اس سب کچھ کے باوجود ان کی قربانیوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا' اس سے زیادہ قربانی کیا ہوگی کہ وہ اپنی جانوں پر کھیل گئے اور اپنی بھرپور جوانیاں سالہا سال تک قید و بند کی نذر کرنے کے بعد اس قربان گاہ پر اپنی جانوں کی بھینٹ بھی چڑھا دی ہے۔ ظاہر

بات ہے کہ مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ایثار القاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ اوران کے دیگر شہداء کی طرح مولانا محمد اعظم طارقؒ اوران کے چار دیگر محافظوں کی شہادت کو بھی فرقہ وارانہ کشیدگی کے پس منظر میں دیکھا جارہا ہے۔ظاہری منظر یہی نظر آتا ہے اور ماضی کا پس منظر بھی اسی رخ کی نشاندہی کرتا ہے لیکن حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور دیگر بہت سے اہل دانش کی اس رائے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی تیسرا ہاتھ ملک میں سنی شیعہ کشیدگی کو محاذ آرائی کے ایک نئے راؤنڈ کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے اور یہ المناک سانحہ اس کی شرمناک سازش کا کرشمہ بھی ہوسکتا ہے۔اخباری رپورٹوں کے مطابق حسب معمول حکومت کی طرف سے مکمل تحقیقات کا اعلان کیا گیا ہے۔اس کے لیے تحقیقاتی کمیٹیاں قائم ہوگئی ہیں اور وفاقی وصوبائی حکمرانوں کے بیانات میں قاتلوں کو کیفرکردار تک پہنچانے کی تسلیاں بھی دی جارہی ہیں مگر یہ سب معمول کی باتیں ہیں اور روٹین ورک کا حصہ ہیں۔ چند روز تک یہ بیانات آتے رہیں گے۔ ممکن ہے تحقیقاتی کمیٹیاں کوئی رپورٹ بھی دے دیں اور کسی رسمی کارروائی کی طرف تھوڑی بہت پیش رفت بھی ہوجائے لیکن یہ سب کچھ ہوجانے کے بعد بھی نہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ کے قاتل کیفر کردار تک پہنچیں گے اور نہ ہی مسئلہ کے حل کا کوئی راستہ دکھائی دے گا۔ جہاں تک سنی شیعہ کشیدگی اور تصادم کا تعلق ہے۔ان کے مابین قتل وقتال کا یہ افسوسناک سلسلہ براہ راست ہے یا کوئی تیسرا ہاتھ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا رہا ہے جس میں فریقین کے لوگ بھی ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہوسکتے ہیں۔اس کے بارے میں ہم ایک سے زائد بار عرض کر چکے ہیں کہ بنیادی اسباب وعوامل کی نشاندہی اوران کا ازالہ کئے بغیر اس کشیدگی کو کم کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔صدر جنرل پرویز مشرف نے حال ہی میں نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عالمی سطح پر مغرب اور مسلمانوں کے درمیان نفرت اور اشتعال وکشیدگی کی جو فضا مزید خراب ہوتی جارہی ہے اس کے اسباب وعوامل کو سمجھنا ضروری ہے اوران کی نشاندہی کر کے ان کو ختم کرنے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے ورنہ جس دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے مغرب اس وقت سرگرم عمل ہے، وہ ختم نہیں ہوسکے گی۔میں جنرل صاحب کے اس اشارے سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ہم نے اس کا خیر مقدم کیا ہے اور خود ہمارا موقف بھی یہی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جنرل صاحب محترم اور حکومت سے ہماری گزارش ہے کہ ملک کے اندر سنی شیعہ کشیدگی اور باہمی تصادم کی جو فضا پائی جاتی ہے۔اس کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ یہاں بھی اسباب وعوامل کی کارفرمائی ہے اور اس کے پس منظر میں بھی باہمی شکایات، غلط فہمیوں اور زیادتیوں کا ایک طویل پس منظر موجود ہے۔اس لیے اس طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ امن کی طرف یہی ایک راستہ جاتا ہے اور اسے نظر انداز کر کے مسئلہ کے حل کے لیے وقتی طور پر کئے جانے والے اقدامات کا نتیجہ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ان گزارشات کے ساتھ ہم مولانا محمد اعظم طارقؒ اوران کے رفقاء کے وحشیانہ قتل کی شدید مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت مولانا شہید کی قربانی قبول فرمائیں، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور جملہ پسماندگان اور عقیدت مندوں کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔آمین یارب العالمین۔

مولانا محمد مغیرہ

عقیدۂ توحید اور قادیانی گستاخیاں

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس میں تمام عقائد واعمال کی حدود متعین ہیں جو اسلام کی ہر بات کو اسی کے فیصلے کے مطابق قبول کرے‘ اسے مسلمان کہا جاتا ہے۔ذات باری تعالیٰ کے بارے میں جو فیصلہ اسلام نے کیا ہے‘ وہ یہ ہے کہ ذات باری ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔اس کا کوئی قبیلہ نہیں‘ نہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اس سے کوئی پیدا ہوگا۔وہ ماں باپ، بیوی بچوں سے پاک ہے۔کائنات میں اس کی کوئی مثال نہیں، وہی ذات ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا، زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کیا، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، وہ ذات باری تعالیٰ کن فیکون کی صفت کی مالک ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے، نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ ہی کوئی اس کی صفات میں اس کے شریک ہے۔مگر مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب پڑھئے کہ کس طرح اسلامی عقیدۂ توحید کو تار تار کیا ہے۔

۱)’’میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں......اور اسی حالت میں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان چاہتے ہیں تو میں نے پہلے تو آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب و تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی، میں دیکھتا تھا کہ اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمانی دنیا کو پیدا کیا اور کہا **انا زینا السمأ الدنیا بمصابیح** ۔پھر میں نے کہا اب انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف الہام کی طرف منتقل ہوگئی۔‘‘ (’’روحانی خزائن‘‘۔جلد۵‘صفحہ۵۶۵)

۲)’’**اعطیت صفة الافناء والاحیاء** مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت عطا کی گئی ہے۔‘‘ (’’خطبہ الہامیہ‘‘۔صفحہ۵۵)

۳)’’**انما امرک اذاارت لشیئی ان تقول له کن فیکون** (ارے مرزا) تیرا کام صرف یہ ہے کہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے کہے ہوجاؤ‘ وہ جائے گا۔‘‘ (’’خزائن‘‘۔صفحہ۱۰۵‘جلد۲۲)

۴)’’**انت من مائنا وهم فی فشل** (اللہ نے مجھے کہا اے مرزا) تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے۔‘‘

(’’خزائن‘‘۔جلد۱۱‘ص۵۰)

۵)’’**انت منی بمنزلة اولادی** (اے مرزا) تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔‘‘ (’’خزائن‘‘۔جلد۱۸‘صفحہ۱۹)

۶)’’**انت منی منزلة بروزی** (اے مرزا) تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہوگیا۔‘‘(’’خزائن‘‘۔جلد۲۰‘صفحہ۴۰۰)

۷)’’**خاطبنی الله بقوله اسمع یا ولدی**۔اللہ نے مجھے مخاطب کرکے کہا اے میرے بیٹے! سن‘‘

(’’البشریٰ‘‘۔صفحہ۴۹)

۸)''انت منی بمنزلة لا یعلمها الخلق ۔تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔''
(''خزائن''۔جلد ۷'صفحہ ۲۶)

۹)''حضرت مسیح موعود(مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔''
(''اسلامی قربانی''۔مصنفہ: قاضی یار محمد قادیانی۔صفحہ ۱۲)

۱۰)''قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے لیے بے شمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ خارج اور لا انتہا عرض اور طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجودِ اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کی تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔'' (''خزائن''۔جلد ۳'صفحہ ۹۰)

۱۱)''وہ خدا' جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے' اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے' وہ فرماتا ہے کہ میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔'' (''خزائن''۔جلد ۲'صفحہ ۹۲)

۱۲)''بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آ گیا ہے اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی لفظی معنیٰ میکائیل کے ہیں' خدا کی مانند۔'' (''خزائن''۔جلد ۷'صفحہ ۴۱۳)

۱۳)''ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں' جس کے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔''
(''خزائن''۔جلد ۲۲'صفحہ ۹۸، ۹۹)

مندرجہ بالا عبارات پڑھنے کے بعد کوئی عقل مند ان عبارات سے اتفاق کر سکتا ہے؟ کیا ان عبارات سے اسلام کا عطا کردہ عقیدۂ توحید کی عمارت برقرار رہ سکتی ہے؟ کیا ان عبارات میں اسلامی عقیدۂ توحید کو پارہ پارہ نہیں کیا جا رہا؟ کیا ان عبارات کو سچا جاننے والا اسلامی قانون کے مطابق مسلمان کہلا سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ باخبر رہیں کہ یہ عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب سے بحوالہ پیش کی گئی ہیں۔ان عبارات میں ذات باری تعالیٰ کی ذات صفات میں شرکت کے دعوے کئے ہیں جو شرک بھی ہے اور کفر بھی۔ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا' اس کے پیروکاروں کو اچھا سمجھنا بجائے خود ظلم ہے۔

خبردار! زہر کو اس لیے کھا جانا کہ میٹھا ہے' عقل مندی نہیں بلکہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے۔ایسا ہی مذکورہ خیالات رکھنے والے کسی شخص کو مسلمان جاننا اور اس کے لیے دل میں کسی حیثیت سے نرم گوشہ رکھنا دنیا و آخرت خراب کرنا ہے۔

مسلمانو! قادیانیوں سے خود بچو' اپنے بھائیوں کو بچاؤ۔اگر کسی میں خدانخواستہ قادیانیت کی مرض کی علامتیں نظر آئیں تو فوراً اس کی فکر کریں کہ یہ موذی مرض ہے اور اس سے بچاؤ کی تدبیر کریں۔اگر مریض انتہائی سخت حالت میں ہے تو فوراً کسی احرار سنٹر سے رجوع کرے۔

پروفیسر تاثیر وجدان

قلزم کا خرام

(ہدیۂ عجز و نیاز بحضور امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ)

اے تُو ربِّ لَم یزل کی قدرتوں کی ایک آیت
قدرتوں کا اک نشانِ تابناک و لازوال
زندگی کی اس پرانی رزمگاہِ خیر و شر میں
تیری ہستی فاتحانہ کبریائی کی مثال
تیری ہستی دہر کی تاریخ کا جاہ و جلال
اے عرب کی تندیٔ صرصر کے پروردہ نخیل!
اے جواں مردِ بلاکش سخت جان و سخت کوش
تیری تیغِ برق آسا کی بلاخیزی کے ڈر سے
ریزہ ریزہ روم و ایراں کے شہنشاہوں کے خواب
ریزہ ریزہ قیصر و کسریٰ کے کاخ و کُو تمام
تیرے ہاتھوں سارے معبد کفر کے پیوندِ خاک
تیرے دم سے بتکدوں کے بکھرے ملبے کو ہٹا کر
رفعتوں کی سمت اُٹھا کوہساروں کی طرح
نجد کے صحرانشینوں کا براہیمی تمدّن
جس کا پرہیبت تموّج، جس کا پُرشوکت تلاطم
سلسلہ در سلسلہ تھا تا کنارِ آسماں
زندگی کے قلزمِ موّاج کا جیسے خرام
سطوتِ قومِ عرب! تیری صداقت کو سلام

فاروق قیصر

سفرِ ناتمام

عوام کی امیدیں ہیں ، تھکی تھکی سواریاں
اور رشوتوں کی دوڑ میں ہیں، لمبی لمبی گاڑیاں
نمائشیں الگ تھلگ ، آرائشیں جدا جدا
رہتے ہیں ایک ملک میں آسائشیں جدا جدا
غریب کا تو تن بدن جو موسموں کی زد میں ہے
گرادیا وہ جھونپڑا ، امیر کی جو حد میں ہے
خزاں زدہ معاشرہ ، اور غربتوں کی زردیاں
یہ اچکنیں، یہ وردیاں، یہ مطلبی ہمدردیاں
یہ دہشتیں ، یہ وحشتیں، یہ سازشی سیاستیں
لٹے لٹے سے قافلے ، بے رہنما مسافتیں
یہ سب سہانے جھوٹ ہیں، یہ سب پرانے روٹ ہیں
اندر ولایتی بوٹ ہیں باہر عوامی سوٹ ہیں
امنگ سے بھرے تھے جو اب رنگ سے بھرے ہوئے
مکیں اپنے گھر میں ہی، سہمے ہوئے ، ڈرے ہوئے
قانون ہے بے زور پہ، پُر زور پہ لاگو نہیں
غریب تو پابند ہے ، امیر پہ لاگو نہیں
یہ کونسا نظام ہے ؟ یہ کیسا انتقام ہے؟
کیا اس کی کوئی حد بھی ہے ؟ یا سفر ناتمام ہے؟

سید کاشف گیلانی

مولانا اعظم طارقؒ کی شہادت پر

ظلمتیں اس راہ میں بڑھتی رہیں گی دم بدم
آہ کس رستے پہ چل نکلے نقیبانِ حرم

اب کوئی بزدل بھی چڑھ دوڑے اگر ہم پر تو کیا
قیصرو کسریٰ کے فاتح کھو چکے اپنا بھرم

نزع کے عالم میں پوچھے بادشاہوں سے کوئی
کام کس کے آسکے ہیں دنیوی جاہ وحشم

حیف ہے ایسی سیاست پر عزیزانِ وطن
ہوگئے کتنے ہی عالم راہیٔ ملکِ عدم

دے رہے ہیں ہم اذانیں مسجدوں میں صبح وشام
دل سے نکلے ہیں تفرقوں کے کہاں لیکن صنم

ہم سے پوشیدہ کوئی بھی چیز رہ سکتی نہیں
ہم کو دے رکھا ہے قدرت نے اک ایسا جامِ جم

جانتا ہوں میں کہ اربابِ حکومت چپ ہیں کیوں
بے خبر ہوں کس لیے خاموش ہیں اہل قلم

اُن سے کہہ دو عنقریب آئے گا روزِ احتساب
جن کے ماتھے ہوگئے ہیں شاہ کی چوکھٹ پہ خم

ہے دعا کاشفؔ تجھے اللہ دے عمر دراز
کوئی تو اس دور میں حق کہہ رہا ہے کم سے کم

نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم

نغمے سُنا کے بُلبُلِ احرار چل دیا
جمہوریت کا قافلہ سالار چل دیا

سوتے ہوؤں کو کون جگائے گا دوستو
کرتا رہا جو قوم کو بیدار چل دیا

بُنیاد اُس نے رکھی سیاست میں صبر کی
بخشا تھا جس نے صدق کو کردار چل دیا

ٹکراتا رہا جورِ حکومت سے بار بار
اہلِ ستم کے راہ کی دیوار چل دیا

سرخیل تھا وہ قافلۂ اہلِ جنوں کا
رکھتا تھا ذوقِ فطرتِ دُشوار چل دیا

وہ جانتا تھا کوئے سیاست کے پیچ وخم
رہتا تھا شاطروں سے خبردار چل دیا

توڑا غرور اُس نے سلاطینِ وقت کا
اُلٹائے جس نے جبر کے دربار چل دیا

اُس جیسا کوئی اور کہاں، حزبِ اختلاف
چھیڑی تھی جس نے ظلم سے پیکار چل دیا

حاصل رہی تھیں اُس کو بخاریؒ کی صحبتیں
کاشفؔ نقیبِ سیدِ ابرار ﷺ چل دیا

علامہ ذوقی مظفرنگری

بیاد: نواب زادہ نصراللہ خان مرحوم

اے کہ بابائے سیاست اے مشیر خاص و عام
اے امیر اہل گلشن اے بہاروں کے امام
ٹہنیاں باغِ وطن کی ماتمی ہیں آج کل
کیسے مہکے گی یہاں خوشبوئے جمہوری نظام

بھیگے بھیگے رات دن ہیں شبنمی شام و سحر
لمحہ لمحہ رو رہا ہے اب کلیجہ تھام کر
چل رہی ہے شہرِ فانی میں فنا کی آندھیاں
ہر چراغِ زندگی پر ہے ہلاکت کا دھواں

سرزمینِ پاک پر تھا عزم وہمت کا نشاں
تو رہا ہر دور میں جذبِ وطن کا ترجماں
اک مجاہد تھا جہادِ فی سبیل اللہ کا
رزمِ حق میں ''ناصرِ''اسلام نصراللہ خاں

تجھ سے تھا لاریب لرزاں آمریت کا عمل
دل کے ہاتھوں کھا گیا لیکن شکستِ بے محل
تیری دانائی سے تھی موجِ سیاست فیض یاب
فکروفن کی جھیل میں تجھ سا نہیں کوئی کنول

تیری نظمیں تھیں عروسِ زندگی کا بانکپن
تجھ پہ نازاں کیوں نہ ہو شہزادیٔ ملکِ سخن
اے چراغِ علم و حکمت اے ضیا بارِ ادب
آج تیرے تذکرے انجمن در انجمن

آہ اے جمہور کی بربادیوں کے ترجماں
تجھ کو جمہوریت ناکام ڈھونڈے اب کہاں
شبنمی ذوقِ سیاست ، نوحہ خواں ذوقی کا فن
کھا گئی بھوکی زمیں شہرِ ادب کا آسماں

جعفر بلوچ

چل بسا جعفر بلوچ

موت کیسے زندگی کو آ کے لیتی ہے دبوچ
ہو غلط یا رب! سنا ہے چل بسا جعفر بلوچ
منفرد وہ شخص تھا اور منفرد اس کی تھی سوچ
چل بسا جعفر بلوچ

اس میں کیا شک ہے وہ شاعر تھا نہایت ارجمند
کنزِ مخفی کے گہر اور انجمِ فکرِ بلند
اس کا شہبازِ تخیل عرش سے لاتا تھا نوچ
چل بسا جعفر بلوچ

ناروا ہے بخل اب تو اس کے استحسان میں
تھا وہ یکتا شاعری اور نثر کے میدان میں
غالب اور اقبال کو اپنا سمجھتا تھا وہ کوچ
چل بسا جعفر بلوچ

ارتجالاً کیا کریں ہم اس کی تعیینِ مقام
ہاں سفر کرتا رہا وہ سست تھا یا تیزگام
عشق کی راہوں میں اس کے پاؤں میں آئی نہ موچ
چل بسا جعفر بلوچ

مدت العمر اس کو دیکھا ہم نے راہِ خیر پر
مسلک اس کا صلح وامن و آشتی ہی تھا مگر
دشمنانِ علم و دانش کو وہ لیتا تھا دبوچ
چل بسا جعفر بلوچ

وہ سراپا تھا نیاز و عجز و اخلاص و ادب
جب کبھی ہوتا تھا لیکن سخت مغلوب الغضب
اللہ بخشے ' کر لیا کرتا تھا وہ گالی گلوچ
چل بسا جعفر بلوچ

گل محمد سے بھی بڑھ کر تھا اسے ہلنا محال
باب عبرت بن گیا اس کی قناعت کا وبال
پھر بھی استقلال میں اس شخص کے آیا نہ لوچ
چل بسا جعفر بلوچ

حورو غلماں خلد میں ہر آن بہلائیں اسے
اور کنج قبر میں ایذا نہ پہنچائیں اُسے
اہل شر ، کیڑے مکوڑے ،سانپ ،بچھو ، کاکروچ
چل بسا جعفر بلوچ

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

رموزِ عشق وہی ہیں جنوں کا رنگ وہی
وہی ہے فقر کی مستی میری ترنگ وہی
وہی حیا کے مقابل طلب کی بے تابی
حضورِ عشق وہ اُن کا ہے عذرِ لنگ وہی
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی
وہی ہے نظمِ معیشت بنائے جنگ وہی
مدارِ ذوق پہ رقصاں غزال شوق مرا
میری سرشت کی دنیا کا نام و ننگ وہی
جنوں و عقل میں اَن بَن وہی پرانی ہے
وہی ہے سرُ تو سودا وہی ہے سنگ وہی
وہی ہیں زخم پرانے وہی ہے خونِ شعور
کماں وہی ہے ، نشانہ وہی ، خدنگ وہی
قدم قدم پہ ہے فتنہ نگر نگر کہرام
ہوائے حرص کی اُڑتی ہوئی پتنگ وہی
بدل سکا نہ زمانہ میرا طریق جنوں
وہی ہے لَے پرانی نوائے چنگ وہی
وہی ہے ایک جو محور میری نگاہوں کا
وفورِ شوق پہ حاوی ہے شوخ و شنگ وہی
میرے ضمیر کی دنیا ہے مطمئن خالدؔ
جہانِ ظرف میں بجتا ہے جلترنگ وہی

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

فریب

قابض نے ' اک مکان کے ' کیا کیا دیا فریب
حصے وہ سارے کھا گیا ' ایسا کیا فریب
مشکل ترین مرحلے ' ہرسمت ، موڑ پر
ملا دوستی کے روپ میں ہے بارہا فریب
ملک و وطن کے نام سے ہے لُوٹ مار تیز
افسر ، وڈیرے چودھری کا واسطہ فریب
حاکم ، فقیر و رہبر و استاد و رہنما
دھوکہ ہے ، اک فریب ہے اور ناروا فریب
نادار ' اعتبار کرے ' کس امیر پر؟
دنداں سبھی کے تیز ہیں ' ہے پارسا فریب
ماں جائی لے کے آیا تھا وہ ساتھ ' اک عزیز
کیا پوچھتے ہو شیخ سے ' کیوں کھا گیا فریب؟
بیوہ ، غریب و مفلس و نادار و بے نوا
امیروں کے در سے پاتے نہیں کچھ ' سوا فریب
مکرو ریا ہے ،زُور ہے ، ناخن سبھوں کے ہیں
ڈاڑھی نما فریب ہے ، ڈاڑھی منڈا فریب
اربوں کی لوٹ مار ہے اور میرِ کارواں
رہزن تو اک فریب تھا ' ہے رہنما فریب
دنیا میں کوئی ہم نوا انصاف کا نہیں
عیار مال زادوں کا ہے ' راستہ فریب
اللہ تھا رہنما کہ میں منزل تک آ گیا
ورنہ تو رہ میں دیتے رہے ' ناخدا فریب

شہناز ماجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کامیابی کا پہلا زینہ

جب بچہ اپنی توتلی زبان سے باتیں کرنا سیکھتا ہے تو اماں' ابا کہنے کے بعد مسلمان مائیں اسے بسم اللہ سکھاتی ہیں۔اب بچہ علم کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے تو پھر کائنات کا ہر ذرہ اس کا ساتھ دیتا ہے اور کارگاہ فانی کی تمام منازل آسانی سے کامیابی کے ساتھ طے کرتا چلا جاتا ہے۔

یہ چھوٹی سی آیت اپنے اندر سمندروں کی گہرائی سے زیادہ گہرا اثر سموئے ہوئے ہے۔اس کے اندر دونوں جہانوں کی کامیابی کا راز ہے۔آپ کسی اچھے کام کا آغاز بسم اللہ پڑھ کر کریں تو دیکھیں اس کام میں کتنی برکت پڑتی ہے۔

یوں تو ہم مائیں بچوں کو اکثر کہتی ہیں بیٹا کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ ذرا اپنے دل سے سوچیں خود کتنی دفعہ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتے ہیں۔اکثر لوگوں کو یاد ہی نہیں رہتا۔جانوروں کی طرح باتیں کرتے کرتے کھانا نکالا اور چرنا شروع کر دیا۔ میں سب لوگوں کے بارے میں یہ رائے نہیں رکھتی۔ بہت سے ہمارے بزرگ ذرا اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کو بھی پڑھنا یاد آ جاتا ہے۔ آج کل یہ جو ہم مہنگائی کا رونا روتے ہیں' اسی وجہ سے ہے۔ نہ ہم اللہ کا نام لے کر خریدتے ہیں، نہ اللہ کا نام لے کر پکاتے ہیں، نہ تقسیم کرتے وقت یاد رہتا ہے اور نہ ہی لقمہ منہ میں ڈالتے ہوئے اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں، جس سے سب اشیاء میں سے برکت ختم ہوگئی ہے۔ پہلے سے کئی گنا زیادہ پیداوار ہے، سال میں تین ' تین فصلیں کاٹی جاتی ہیں، پھر بھی ہر شخص شاکی ہے، رنجور ہے، غم زدہ ہے، نہ صحت کا معیار پہلے والا ہے۔اچھی سے اچھی خوراک کھانے کے بعد بھی سو طرح کی بیماریاں سننے میں آ رہی ہیں جوان بچوں کے رنگ پیلے پڑ کر صحت' حسن سے عاری چہرے دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ چار الفاظ پر مشتمل آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ بہت مشکل ہے' نہ لمبی ہے کہ یاد نہیں ہوتی۔صرف یہی ہر کام سے پہلے پڑھ لیں تو ہماری آدھی مشکلات دور ہو جائیں۔جب بھی ہم کوئی کام کریں بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔

ہماری وہ مائیں کہاں گئیں جو ہر وقت باوضو رہتی تھیں' تاکہ پاک ہاتھوں سے کھانا پکائیں، آٹا گوندھتے، ہنڈیا پکاتے ، بچے کو دودھ پلانے سے پہلے پورے خلوص دل سے بسم اللہ کے الفاظ ادا کرتی تھیں۔ایسا کھانا کھانے والے ایسی پاک گودوں میں پلنے والے محمد بن قاسم' طارق بن زیاد اور اس طرح کے درخشاں ستارے جن پر اسلامی تاریخ فخر کرتی ہے' ایسی ماؤں کے لال تاریخ اسلام میں ہمارے لئے روشن مینار بن گئے اور ان کے نام سنہری حروف میں لکھے گئے۔

آپ گھر کے کسی کام کے لئے نکلیں آپ بسم اللہ پڑھ لیں کہ آپ جس کام کے لئے جائیں گے بہت اچھا اور بہت آسانی سے ہوگا۔بچوں والوں کو گھروں میں سارا دن ہزاروں کام کرنے ہوتے ہیں۔آپ بسم اللہ پڑھ کر شروع کریں' سب کام جلد نمٹا لیں گے۔کام اچھا ہوگا' تھکاوٹ بھی نہ ہوگی۔

آپ ہر کام شروع کرنے سے پہلے ذرا اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالیں' آپ کے بچے خود بخود بغیر آپ کے کہے سیکھ جائیں گے۔ ایک دفعہ میری تین سالہ بچی دودھ کا پیالہ اٹھائے اپنے دادا ابو کو دینے جانے لگی میں نے روکا بیٹا! گر جائے گا تو بولی امی جان! میں نے بسم اللہ پڑھ لی ہے' اب نہیں گرے گا۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ' ماں پہلی معلم ہے۔ سب سے پہلے بچے کو بسم اللہ باترجمہ سکھانی چاہیے۔

سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کو جبرائیل امین (علیہ السلام) نے آ کر یہی کہا تھا **اقرا باسم ربک الذی** ''پڑھ اپنے رب کے نام سے'' بچے کے دل میں اس آیت کے صدقے شروع سے ہی اپنے رب سے رغبت ہو جاتی ہے۔ اس کا مفہوم دل میں سوچتا ہے۔ ماں باپ سے بالاتر جو ہستی ہے وہ خدا کی ہے۔ آپ آزما کر دیکھیں آپ کی زندگی کے تمام مسائل خود بخود حل ہوتے جائیں گے۔ آپ بچے کو کچھ بھی کھلائیں بسم اللہ ضرور پڑھا کریں۔ اس طرح کھلائی ہوئی خوراک جزو بدن بن جاتی ہے' شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔ بیمار کو دوا بسم اللہ شافی کہہ کر دیں ان شاء اللہ شفا ہو گی۔ اس آیت کی رحمتوں' برکتوں کو ہم احاطۂ تحریر میں نہیں لا سکتے۔

میری اکثر بہنوں کو کھانا پکانا مشکل لگتا ہے۔ صرف ان کے لئے یہ مشورہ ہے کہ وہ شروع سے آخر تک مثلاً سبزی کاٹنا شروع کی بسم اللہ پڑھ لیں' ہنڈیا چولہے پر رکھیں اس میں نمک' مرچ' مصالحے ڈالیں یا بھونیں جتنی دفعہ چمچہ چلائیں پورے خلوص دل سے **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھ لیں آپ دیکھیں گے کہ اتنا لذیذ کھانا پکے گا کہ کھانے والے مدتوں یاد کریں گے بلکہ پوچھیں گے کہ آپ کیسے پکاتی ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے آپ بھی ضرور آزما کر دیکھیں۔

بزرگوں کا کہنا ہے کہ آپ بسم اللہ (جسے تسمیہ بھی کہتے ہیں) کے اعداد کے برابر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھ کر خلوص دل سے جائز دعا مانگیں گے ان شاء اللہ ضرور پوری ہو گی۔

ایک دفعہ ایک بادشاہ کے سر کا درد کسی دوا سے ختم نہیں ہوتا تھا۔ اس نے عام اعلان کروا دیا کہ میرے سر کے درد کا کسی کے پاس علاج ہو تو میں اسے انعام و اکرام سے نوازوں گا۔ پھر جس علاج سے اس کو شفا ہوئی وہ ایک ایسی ٹوپی تھی جس کے اندر ''**بسم اللہ الرحمن الرحیم**'' لکھا ہوا تھا۔

سلیم الیکٹرونکس

ڈاؤلینس ریفریجریٹر کے بااختیار ڈیلر

حسین آگاہی روڈ۔ ملتان فون: 061-512338

کتاب ''زندگی'' انتخاب: محمد یوسف شاد

مصنف: چودھری افضل حقؒ

حاصل مطالعہ

☆ گناہ کے ابتدائی مشاغل اکثر دلفریب ہوتے ہیں' مگر انتہائی مراحل دل شکن ہوا کرتے ہیں۔

☆ حیا' معصیت پسند انسان کے پاس ایک دو دفعہ مشفق بن کر آتی ہے۔ طریقے' طریقے سے سمجھاتی ہے۔ اگر نہ مانے تو اِس کوتاہ اندیشی پر آنسو بہاتی' ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے۔

☆ عبادت بے شک قلب سے طاقت پیدا کرتی ہے مگر جب تک عبادت عمل کے ساتھ شامل نہ ہو کوئی عبادت' عبادت نہیں

☆ وہ شخص جو دن رات اللہ کی عبادت کرتا ہے مگر بیوی بچوں کے حقوق اور ہمسایہ کی تکلیف کا خیال نہیں کرتا' کسی نیک جزا کا مستحق نہیں۔

☆ عبادت نیکیوں کا ذریعہ ہوتی ہے' خود نیکی نہیں۔ جزا و سزا حُسنِ عمل پر منحصر ہے' نہ کہ عبادت اور ریاضت کی کثرت اور قلت پر

☆ امتحان کے میدان میں اُترے بغیر خدا کی خوشنودی میسر نہیں آ سکتی۔ روٹھے ہوئے خدا کو منانا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ تنگ دستی گھسیٹ' گھسیٹ کر کفر کے دروازے تک لے جاتی ہے جو اِن حالات میں ثابت قدم رہے اور خدمتِ خلق سے منہ نہ موڑے' اُس کی توبہ قبول اور نماز مقبول ہوتی ہے۔ تب خدا اپنے فضل کے دروازے اُس پر کھول دیتا ہے' پھر کبھی فکر اور فاقہ پاس نہیں آتے۔

☆ عافیت کوشیوں سے خدا نہیں ملتا' بعض عاقبت نا اندیش لوگ خدا کو پہاڑوں اور جنگلوں کی تنہائیوں اور حجروں کے گوشوں میں تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگوں کو میدانِ امتحان اور قعرِ دریا میں بلاتا ہے' تاکہ سچا طالب علم امتحان کی سختیوں اور بلا خیز موجوں کا مقابلہ کر کے اس تک پہنچے' اِس طرح دودھ پینے والے اور خون دینے والے مجنوں میں پرکھ ہو جائے۔

☆ افسوس ہے اُس گنہگار پر جو محض زبانی استغفار پر قناعت کرتا ہے اور بقیہ عمر عزلت نشینی میں بسر کرتا ہے۔

☆ ہلاکت ہے اُس کے لئے جو تماشا گاہِ عالم میں خود بازی گر بننے کی بجائے محض تماشائی بنے رہنے پر قانع ہے۔

☆ صالح وہ شخص کہلائے گا' جو قوموں میں ذہنی اور مادی انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

☆ متقی وہ ہے جس پر موت کا خوف اور خدا کا ڈر اتنا مستولی ہو کہ ہر وقت گناہ پر نظر رکھے۔ اور نیکیاں کرتا رہے۔

☆ اگر تم شہید نہیں ہو سکتے' تو وہ کام کرو جس سے مخلوقِ خدا کو نفع کثیر ہو۔ زندگی ایک نظام کے ماتحت بسر کرو۔ قوم کی عزت کے محافظ بنو۔ آزادی کو اپنا حق سمجھو۔

عینک فریبی

زبان میری ہے بات اُن کی

☆قتل عام کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا۔(بش)

مگر افغانستان اور عراق میں ہزاروں مسلمانوں کا قاتل بش کہتا ہے ''میں عیسائی ہوں''

☆ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ایران کے بعد پاکستان کی باری نہیں آئے گی۔(سیکرٹری دفاع پاکستان)

امریکہ، پاکستان سمیت سات ممالک پر حملے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔(ویزلی کلارک)

☆لڑکا لڑکی باغ میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو میاں بیوی مان کر ازدواجی رشتہ قائم کر لیتے ہیں تو یہ نکاح ہوگا۔(ڈاکٹر جاوید اقبال)

بیرسٹر صحیح، جاوید لیکن واجبی شے ہیں
انہیں اسلام کے میدان کا بہروپیا سمجھیں

☆جرنیل اپنے آپ کو عقل کل نہ سمجھیں۔(مولانا فضل الرحمٰن)

اساں لایا سی سرو دا بوٹا
تے ویہڑے وچ بندوق اُگ پئی

☆جنرل مشرف قوم کیلئے مسیحا بن کر آئے۔وردی میں ہوں یا بغیر وردی، ڈاڑھی ہو یا نہ ہو ہمیں کوئی سرکار نہیں۔(سلیم سیف اللہ)

ساڈیاں پنجے گھیو وچ......!

☆امریکی اعتماد ساتھ لے کر آیا ہوں۔(جمالی)

''لنکا سے جو نکلا سو باون ہی گز کا''

☆مشرف نے ملک بچالیا۔(شیخ رشید)

سر بخت دی خیر! بچے جیندے رہن......!

☆بش اور میرے خیالات ایک جیسے ہیں۔(جمالی)

ماشاءاللہ! قارورہ ملتا ہے۔

☆اور پوچھیے اپنی پسندیدہ اداکارہ ''مہک علی'' سے ایک سوال۔(خبریں ٹیلی فونک گفتگو)

نام ''مہک علی'' اور کام انتہائی بدبودار!

☆او آئی سی بھیڑوں کا اجتماع تھا۔(حمید گل)

اس میٹنگ کا آپ ہی عنوان سوچئے
لابہ گروں سے مہرو وفا مانگتے ہیں لوگ

کتاب: امام اعظم ابوحنیفہؒ   تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

فارسی ترجمہ: مولانا پائندہ محمد زعیم بدخشانی

ضخامت: ۱۶۸ صفحات   قیمت: درج نہیں   ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد۔ نوشہرہ (سرحد)

اصل کتاب، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے اردو زبان میں تحریر کی جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات اور دوسرے پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مولانا پائندہ محمد زعیم بدخشانی نے بڑی کاوش سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اس امید کا اظہار کیا ہے کہ یہ کتاب مجاہد وشہید پرور افغانستان کے حنفی مسلک عوام کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں ان کی زندگی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات بڑے دل نشیں انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ اس مختصر کتاب میں بہت سارے موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ مترجم کو بلاشبہ اپنے فارسی قلم پر کامل مہارت حاصل ہے۔ حضرات جنہیں اپنی معاشی اور معاشرتی مصروفیات سے فرصت نہیں کہ وہ کسی درویش کی محفل میں شریک ہوسکیں، یہ کتاب ایسے لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

کتاب: سوانح مجاہد ملت، مولانا غلام غوث ہزارویؒ

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

قیمت: ۹۰ روپے   ضخامت: ۲۲۸ صفحات   ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ (سرحد)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ سچائی کی ایک چلتی پھرتی تلوار تھے۔ ان کی زندگی میں جب بھی کبھی کسی فتنے نے سر اٹھایا، انہوں نے اس کی سرکوبی کی۔ اُن کی علمی، ادبی، تدریسی، سیاسی اور مذہبی خدمات اس قدر وسیع ہیں کہ اُن پر کام کرنے کے لیے ایک مدت چاہیے۔ تاہم مولانا عبدالقیوم حقانی نے اپنی مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اُن کی زندگی کے کارہائے نمایاں حیطۂ تحریر میں آ جائیں۔ مولانا ہزاروی کی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں اور وہ ہر پہلو سے ایک کھرے، بہادر، سچے اور متقی انسان تھے۔ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی شاگردی نے انہیں عالم باعمل بنایا اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی رفاقت نے انہیں ایک مخلص دینی رہنما، محبِّ وطن سیاست دان اور قادر الکلام خطیب بنا دیا۔ انہوں نے سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے کیا اور مدتوں احرار کے تابندہ ستارے بن کر چمکتے رہے۔ بعد میں جمعیت علماء اسلام قائم کی۔ نجی محفل ہو یا جلسۂ عام درس قرآن وحدیث ہو یا پارلیمنٹ میں قومی مسائل پر خطاب۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ ہر محفل میں نمایاں رہے۔

زیر نظر کتاب میں مولانا کے فضائل ومناقب کے ساتھ ساتھ اُن کی سیرت وکردار اور جدوجہد پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

جرمنی میں معروف شاعر، ڈاکٹر مظفر احمد مظفر بھی قادیانیت سے تائب ہو گئے

قبل ازیں شیخ راحیل احمد، شیخ جاوید اقبال، افتخار احمد اور شمشیر ڈوگر بھی اپنے خاندانوں سمیت اسلام قبول کر چکے ہیں

آخن باخ (نمائندہ خصوصی) جرمنی میں مقیم ایک اور قادیانی رہنما نے قادیانیت سے تائب ہو کر اہل خانہ سمیت اسلام قبول کر لیا ہے، جسے قادیانیوں کے لیے ایک بڑا دھچکا قرار دیا جا رہا ہے۔ مظفر احمد مظفر نے فرینکفرٹ کے قریب واقع علاقہ آخن باخ کی جامع مسجد توحید میں مولانا مشتاق الرحمٰن کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتے ہوئے ردّ قادیانیت کا باقاعدہ اعلان کیا۔ ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ اور تین بچوں نے بھی قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کیا ہے۔ قبل ازیں جرمنی میں ہی مقیم قادیانی جماعت کے سرکردہ لیڈر شیخ راحیل احمد بھی اسلام قبول کر چکے ہیں اور ان دونوں کے قبول اسلام سے جرمنی اور پورے یورپ میں قادیانیوں کو شدید دھچکا پہنچا ہے اور وہ اپنی سرگرمیوں کے حوالے سے انتہائی پریشان ہیں کیونکہ شیخ راحیل احمد اور مظفر احمد مظفر ان کے اندرونی حلقے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی غیر قانونی و غیر اخلاقی استحصالی سرگرمیوں کا پردہ چاک کر دیں گے۔ مظفر احمد مظفر قادیانیوں کے مشہور دانشور اور شاعر تھے اور انہیں ان کی سرگرم رفاقت کی بنا پر گولڈ میڈل بھی دیا گیا تھا۔ وہ جرمنی میں قادیانی جماعت کے سربراہ عبداللہ واجد کے قریبی اور بااعتماد ساتھی سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے رواں سال کے اوائل ہی میں مرزا طاہر کے مرنے سے قبل قادیانی جماعت سے علیحدگی کا نوٹس دے دیا تھا۔ بعدازاں انہوں نے باقاعدہ علیحدگی اختیار کر لی اور قادیانیت سے تائب ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ گزشتہ جمعہ کے روز آخن باخ کی مسجد توحید میں نمازِ جمعہ کے اجتماع میں انہوں نے قادیانیت سے تائب ہونے کا باضابطہ اعلان کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ مولانا مشتاق الرحمٰن نے ان سے شہادت لی۔ اس موقع پر مسجد میں موجود سینکڑوں مسلمانوں نے اللہ کی کبریائی کا نعرہ لگایا اور مظفر احمد مظفر کو راہ نجات پا جانے کی مبارک باد دی۔ اس موقع پر متعدد علماء کرام بھی موجود تھے۔

(مطبوعہ: ''ضربِ مومن'' کراچی ۲۶ رستمبر تا ۲ /اکتوبر ۲۰۰۳ء)

(مجلس احرار اسلام جرمنی کے صدر جناب محمد اعظم نے دونوں حضرات کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی ہے۔ جناب محمد اعظم نے شیخ راحیل احمد اور ڈاکٹر مظفر احمد مظفر سے مسلسل ملاقاتیں کی ہیں اور اس وقت بھی وہ ان حضرات سے مستقل رابطے میں ہیں۔ دریں اثنا مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے بھی ہر دو حضرات کو فون کر کے امیر احرار ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری اور مجلس احرار اسلام کی طرف سے مبارک باد پیش کی اور ان کے اسلام پر استقامت کی دعا کی۔)

جرمنی میں قادیانیت سے تائب ہونے والے نومسلموں کے اعزاز میں پارٹی

آخن باخ (اسلام نیوز) قادیانیت کو چھوڑ کر اسلام کی سچائی قبول کرنے اور محمد عربی ﷺ کی صحیح غلامی میں آنے والے شیخ راحیل احمد اور شیخ جاوید اقبال کے ساتھ اسلامک کلچر سینٹر ڈوئٹس کولون میں ایک تعارفی اور ملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ یاد رہے کہ شیخ راحیل احمد ایک لمبا عرصہ جرمنی میں قادیانی جماعت کے مختلف مقامی، ریجنل اور اور مرکزی عہدوں پر فائز رہے ہیں اور انہوں

نے ایک لمبے عرصہ کے مطالعہ، تجزیہ اور اسلامی تعلیمات سے موازنہ اور تقابل کے بعد جماعت قادیانیہ کو خیر باد کہا ہے اور جب وہ حق الیقین کو پہنچ گئے تو تقریباً تین برس قبل انہوں نے حکمت سے کام لیتے ہوئے پہلے اپنے جماعتی عہدوں کو چھوڑا اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کو ذہنی طور پر تیار کیا اور پھر تمام اہل خاندان نے مل کر قادیانیت کو چھوڑنے کا اعلان کیا۔ اسی طرح شیخ جاوید اقبال نے بھی جو ان کے قریبی عزیز ہیں، مطالعہ اور قائل ہونے کے بعد ان کے ساتھ ہی اپنی بیوی اور بچے ساتھ جماعت چھوڑنے کا اعلان کیا۔ اس تقریب میں سینٹر کا ہال پوری طرح فل تھا اور احباب کی کافی تعداد تقریب میں شمولیت کی غرض سے بروقت ہی پہنچ گئی تھی۔ نماز ظہر کے بعد اس بھرپور تقریب سے سب سے پہلے تبلیغی جماعت کے میر نثار نے خطاب کیا اور انہوں نے اسلام میں داخل ہونے کی اہمیت واضح کی۔ اس کے بعد شیخ راحیل احمد کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مدلل طریقے سے مختصر قادیانیت اور اسلام کے فرق اور اپنے اسلام کی طرف راغب ہونے کے بارے میں بیان کیا۔ تمام شرکائے محفل نے شیخ کے خطاب کو بہت سراہا۔ اس کے بعد اہلیان کولون کی طرف سے افتخار احمد نے شیخ کو خوش آمدید کہا اور بتایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے چار بار نئی زندگی اسی لیے دی ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کر سکیں۔ یاد رہے کہ پہلے وہ بھی قادیانی تھے تین سال قبل انہوں نے جماعت قادیانیہ کو خیر باد کہا تھا۔ افتخار نے بتایا کہ جب انہیں بحثوں کا پتہ چلا تو وہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھے شیخ راحیل ساتھی کے طور پر دے دے کیونکہ قادیانی جماعت کے لیے شیخ راحیل نے بہت کام کیا ہے۔ اگر مسلمان ہو جائیں تو ہم اسلام کے لیے مل کر دن رات کام کریں اور اللہ نے دعا سن لی۔ دراصل افتخار احمد جب خود قادیانی تھے تو انہوں نے اور ان کی اہلیہ نے بھی قادیانی جماعت کے لیے بہت کام کیا تھا۔ اب وہ مسلم اتحاد کے لیے بہت سرگرم ہیں۔ اس کے بعد شمشیر ڈوگر نے کہا کہ وہ بھی قادیانیت سے تائب ہوئے ہیں۔ شیخ کے قادیانی جماعت میں کام اور اہمیت پر اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر روشنی ڈالی اور امید ظاہر کی کہ شیخ اسی طرح اب اہالیان کولون کے لیے بھی کام کریں گے نیز دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی زندگی میں کم از کم سو قادیانی تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دکھائے۔ (آمین) اس کے بعد مکرم مشتاق بٹ نے ختم نبوت جرمنی کی طرف سے مولانا مشتاق الرحمٰن جو کسی انتہائی ضروری مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے کی نمائندگی کرتے ہوئے شیخ راحیل اور جاوید اقبال صاحبان کو اسلام میں خوش آمدید کہتے ہوئے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ آپ آج یہاں صرف زبانی کلامی خوش آمدید کہہ کر ہی نہ بھول جائیں بلکہ عملی طور پر بھی اپنے نئے بھائیوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ اس کے بعد اہلیان کولون کی طرف سے شیخ راحیل احمد اور جاوید اقبال کو تیمور بیگ اور محمد منشا نے پھولوں کے گلدستے اور مٹھائی پیش کی۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے سرکردہ احباب کی طرف سے سب حاظرین کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام عمدہ پیمانہ پر کیا گیا تھا۔ آخر میں نومسلموں کی استقامت اور باقی قادیانیوں کی ہدایت کے لیے دعا کے ساتھ نمازِ عصر کی ادائیگی پر اس خوش کن تقریب کا اختتام ہوا۔ (مطبوعہ: روزنامہ ''اسلام'' ملتان۔ ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۳ء)

گوانتاناموبے جزیرے میں متعدد امریکی محافظوں نے اسلام قبول کرلیا

دوحہ (آن لائن) کیوبا کے گوانتاناموبے جزیرے میں امریکہ کے زیر حراست القاعدہ اور طالبان قیدیوں کی حفاظت پر مامور امریکی فوجیوں میں سے متعدد نے اسلام قبول کرلیا۔ (مطبوعہ: روزنامہ ''اوصاف'' ملتان۔ ۱۵/اکتوبر ۲۰۰۳ء)

(ادارہ)

اخبارالاحرار

رہنمایانِ احرار کی تبلیغی و تنظیمی سرگرمیاں

مجلس احرار اسلام پاکستان کی ماتحت شاخوں کے صدور اور ناظمین کا اہم اجلاس

چناب نگر (۲؍اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کی تمام ماتحت شاخوں کے صدور و ناظمین کا ایک اہم اجلاس ۲؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر میں امیر احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں تنظیمی امور کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ جناب پروفیسر خالد شبیر احمد نے ماتحت مجالس کی کارکردگی کے حوالے سے متعدد تجاویز پیش کیں۔ مرکزی ناظم نشر و اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ‘ مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری اور دیگر تمام شرکاء نے اپنی اپنی تجاویز اجلاس میں پیش کیں۔ انہیں ہر ممکن طریقے سے عملی صورت دینے اور ماتحت مجالس کو منظم و متحرک کرنے کے لئے متفقہ طور پر لائحہ عمل طے کیا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے اجلاس میں کئے گئے فیصلوں کی روشنی میں درج ذیل ہدایات ماتحت شاخوں کو جاری کیں۔

۱) ہر مقامی شاخ اپنے ہفتہ وار، پندرہ روزہ یا ماہانہ (جس طرح آسانی ہو) اجتماع کا اہتمام کرے اور اس کی رپورٹ مرکزی دفتر لاہور کے پتے پر ناظم اعلیٰ کے نام ارسال کرے۔

۲) مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ’’صدوقچی سسٹم‘‘ یا ماہانہ چندہ کی وصولی کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہر مقامی شاخ اس طرف توجہ دیکر اپنی مالی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ نیز مرکزی فنڈ کو مضبوط کرنے کے لئے با اثر افراد سے مسلسل ملاقاتیں کی جائیں اور زکوٰۃ اور عطیات وصول کئے جائیں۔

۳) اپنی دکانوں اور مکانوں پر جماعت کے پرچم لہرا کر آپ اپنی جماعت کی بہتر طور پر تشہیر کر سکتے ہیں اور اپنی انفرادی شناخت بھی قائم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس طرف بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

۴) ہر مقامی شاخ باہمی مشورے کے ساتھ ’’ہفتہ دعوت‘‘ کا اہتمام کرے اور اس ہفتہ کے دوران اپنے عزیز و اقارب، ہم خیال ساتھیوں اور دینی حلقوں میں قریبی دوستوں کو جماعت میں باقاعدہ شمولیت کی دعوت دے کر جماعتی حلقے کو وسیع کرنے کی کوشش کرے۔

۵) اپنی رضا کارانہ تنظیم کو خصوصی طور پر فعال بنانے کے لئے ہر مقامی شاخ کو باہمی مشورے کے ساتھ ایک سالار شہر بنا لینا چاہیے تاکہ اس کی قیادت اور نگرانی میں رضا کارانہ تنظیم کو دیرینہ جماعتی روایات کے مطابق بہتر بنایا جا سکے۔

۶) شہر اور محلے کے رفاہی کاموں میں دلچسپی لے کر جہاں آپ اپنی نجات اور عاقبت کا سامان مہیا کر سکتے ہیں وہاں اپنی جماعتی زندگی کو بھی ایک نئے ولولے اور جذبے سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ اس طرف توجہ دینا بھی وقت کی اشد ضرورت ہے جسے پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۷)اپنے ہفتہ وار اجتماعات میں درس قرآن وحدیث کا اہتمام، سیرت طیبہ، سیرت ازواج واصحاب رسول علیہم الرضوان، احرار لٹریچر ،خطبات احرار، امیر شریعتؒ کے فرمودات واقوال پڑھنا یا پھر سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ اور پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری امیر مرکزیہ کی تقریروں کے کیسٹس کارکنوں کو سنانا بھی ضروری ہے۔اس کا باقاعدہ اہتمام' کارکنوں میں کام کرنے کی دھن، لگن اور حوصلہ پیدا کرنے کا موثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

۸)مقامی شاخوں کو اپنے شہر یا قصبے کے اندر اوّل تو ایک مستقل دفتر کھولنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو وہاں کسی کارکن کے گھر کی بیٹھک کو عارضی طور پر بطور دفتر استعمال کیا جا سکتا ہے۔اور جہاں یہ بھی ممکن نہ ہو وہاں محلے کی کسی مسجد میں ہفتہ وار اجتماع کا اہتمام کر لیا جائے۔اب اس کام میں غفلت کو ختم کر کے جماعتی مفاد کو مقدم کیا جائے۔

۹)رمضان المبارک کے بعد امیر مرکزیہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری تمام غیر جماعتی پروگرام منسوخ کر کے صرف جماعتی پروگراموں میں شرکت کریں گے۔نیز اگر کوئی ماتحت شاخ کسی دینی اجتماع میں امیر مرکزیہ کی شرکت کو جماعتی مفاد کے لئے بہتر سمجھتی ہے تو مقامی شاخ کی سفارش سے امیر مرکزیہ کی وہاں شرکت ممکن ہوگی۔اور مقامی شاخ اپنا الگ اجتماع بھی ساتھ منعقد کرے گی۔

دینی مدارس اور مساجد حقوق اللہ اور حقوق العباد کا شعور بیدار کرنے کا ذریعہ ہیں

گوجرانوالہ(۶/اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے مدرسہ تدریس القرآن' جامع مسجد عمر دین گوجرانوالہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام عبادات اور معاملات کا مجموعہ ہے۔انسانی زندگی کے ۲ گھنٹے عبادات کے لیے ہیں اور ۲۲ گھنٹے معاملات کے لیے ہیں۔اسلام کی اصل روح معاملات اور اخلاق کو بہتر بنانا اور سنوارنا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جو شخص حقوق اللہ ادا نہیں کر سکتا وہ حقوق العباد بھی صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتا۔دینی مدارس اور مساجد اسی فکر کو پروان پڑھانے اور اسے عملی زندگی میں اجاگر کرنے کا ذریعہ ہیں۔عقیدہ اور عمل کی درستی علم دین کے بغیر نہیں ہو سکتی۔انہوں نے مدرسہ کے طلباء کو تلقین کی کہ قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ لوگوں نے اسلام کو عملی طور پر اپنی زندگی میں نمایاں کرنا ہے اور معاشرہ کو دینی مزاج میں ڈھالنے کے لیے محنت کرنی ہے۔جلسہ کی صدارت مدرسہ تدریس القرآن کے مہتمم اور مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے صدر قاری محمد اکرام نے کی۔مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے بھی جلسہ میں شرکت کی۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے رہنما مہر محمد انور، محمد عمر اور دیگر کارکن بھی جلسہ میں موجود تھے۔

ملت اسلامیہ کے کنوینئر مولانا محمد احمد لدھیانوی کی دفتر احرار چیچہ وطنی میں تشریف آوری

چیچہ وطنی(۱۰/اکتوبر) سانحۂ اسلام آباد کے بعد ملت اسلامیہ پاکستان کے کنوینئر مولانا محمد احمد لدھیانوی' چیچہ وطنی آمد کے موقع پر دفتر احرار چیچہ وطنی تشریف لائے اور پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔اسی طرح ملت اسلامیہ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں ۱۳/اکتوبر کو چیچہ وطنی آئے تو احرار کے مرکزی ناظم نشرواشاعت عبداللطیف خالد چیمہ سے ملاقات کی۔عبداللطیف خالد چیمہ نے ملت اسلامیہ کے قائدین کو دینی وقانونی موقف کے سلسلہ میں احرار کی طرف سے تعاون کا یقین دلایا۔دریں اثناء

۱۶؍اکتوبر کو کسووال کے نواحی چک نمبر ۱۱۶۔ ۷ ڈی آر میں ملت اسلامیہ کی طرف سے منعقدہ ’’گواہانِ نبوت ﷺ کانفرنس‘‘ میں عبداللطیف خالد چیمہ نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ خالد چیمہ نے مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی اور ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں سے بھی ملاقات کی۔

جنرل مشرف صدر بش کی نمائندگی کر رہے ہیں

مولانا محمد اعظم طارق نے ساری زندگی جرأت اور بے باکی کے ساتھ دین کی جنگ لڑی

دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے سالانہ جلسہ سے سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر کا خطاب

چیچہ وطنی (۱۳؍اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ ہماری ذلت و رسوائی کا صرف اور صرف ایک ہی سبب ہے کہ ہم نے قرآنی و آسمانی تعلیمات کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور ہماری بود و باش کافرانہ تہذیب کی عکاس ہے۔ عالمی کفر امریکہ کی قیادت میں ہمیں ہمارے حقیقی کردار سے دور رکھنے کے ہدف پر کام کر رہا ہے۔ وہ ۱۳؍اکتوبر کو مرکزی جامع مسجد عثمانیہ میں دارالعلوم ختم نبوت کے سالانہ جلسہ سے خطاب کر رہے تھے۔ جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد ارشاد، عبداللطیف خالد چیمہ اور حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے بھی خطاب کیا۔ جبکہ مولانا پیر جی عبدالحکیم، مولانا محمد نذیر، مولانا پیر جی عبدالجلیل اور مولانا احمد الہاشمی سٹیج پر موجود تھے۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ دینی مدارس کو سرکاری امداد اور قومی دھارے میں لانے کے نام پر جو مہم جاری ہے‘ یہ دراصل دینی مدارس کے کردار کو محدود کر کے امریکی عزائم کے مطابق چلانے کا منصوبہ ہے۔ دینی ادارے اس عالمی سازش کا ادراک رکھتے ہیں اور ہر ممکن طریقے سے استعماری سازشوں کو ناکام بنا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری امداد دینی اداروں کے لیے تیزاب کی حیثیت رکھتی ہے اور علماء حق کو اپنے اسلاف کی طرح ہر سطح پر سرکاری امداد کو مسترد کر دینا چاہیے۔

مجلس احرار اسلام کے ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ جنرل مشرف صدر بش کی نمائندگی کر رہے ہیں اور امریکی مفادات کے علمبردار بن کر مسلمانوں کے حقوق ذبح کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عالم کفر اسلام سے خوفزدہ ہے۔ اسلام آج کی سوسائٹی کے تمام مسائل کا پرامن حل پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ نے ساری زندگی جرأت اور بے باکی کے ساتھ دین کی جنگ لڑی۔ تحفظ ناموس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے محاذ پر اُن کی تاریخ ساز خدمات و کردار کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کے قاتلوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا گیا تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔ حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر نے کہا کہ قرآن پوری انسانیت کے لیے منبع ہدایت اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ مولانا محمد ارشاد نے کہا کہ قرآنی تعلیمات کو مٹانے والے یاد رکھیں کہ اس قسم کی سازشیں کوئی نئی نہیں ہیں۔ مسلمان اپنے آپ کو مکمل اسلامی ڈھانچے میں ڈھال کر اتحاد و یگانگت کے ساتھ ہی عالمی کفریہ سازشوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

جلسہ میں منظور کی گئیں قراردادیں

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ سودی نظام کا خاتمہ کیا جائے۔ جمعہ کی چھٹی بحال کی جائے۔ چناب نگر سمیت پورے ملک میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر مؤثر عمل درآمد کیا جائے۔ قادیانیوں کی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے۔ قادیانیوں کو ان کی متعینہ قانونی حیثیت کا پابند کیا جائے۔ سی بی آر، پی آئی اے، انکم ٹیکس سمیت سول اور فوج کے تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے اور سانحہ اسلام آباد کے تمام ملزمان کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔

جلسہ کے اختتام پر حضرت پیر جی اور مولانا محمد نذیر نے ۱۶ حفاظ کرام کی دستار بندی کی۔ پیر جی عبدالحکیم کی دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ بعدازاں شرکاء کی تواضع کی گئی۔ سالانہ جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے قاری محمد قاسم، حافظ حبیب اللہ رشیدی، مولانا منظور احمد، قاری محمد اکرم، بھائی محمد رمضان، طلباء ومعاونین مدرسہ نے بھرپور محنت کی۔ جلسہ اپنے اہداف ومقاصد اور حسن انتظام کے اعتبار سے الحمدللہ اپنی مثال آپ تھا۔

الرشید ٹرسٹ کے بعد اب الاختر ٹرسٹ پر پابندیاں انسانی حقوق کی تذلیل کی بدترین مثال ہے

مولانا اعظم طارق شہیدؒ دفاع صحابہؓ کے مشن کے انتھک اور بہادر جرنیل تھے

جامعہ محمدیہ تحفیظ القرآن کراچی میں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب

کراچی (۱۶/اکتوبر) مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ مساجد شعائر اللہ اور مدارس اسلام کے قلعے ہیں۔ یہودی ونصاریٰ اور اُن کے ایجنٹ مسلمانوں کے ان مقدس مراکز کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری شناخت انہی دینی مراکز سے وابستہ ہے اور ہم اسے کسی صورت میں بھی ختم نہیں ہونے دیں گے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جامعہ محمدیہ تحفیظ القرآن مہران ٹاؤن کے سالانہ جلسہ میں کیا۔ جس کا اہتمام جامعہ کے مہتمم قاری عبدالغفور مظفر گڑھی نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ مسلمانوں کے دینی مراکز کے ساتھ ساتھ فلاحی اداروں کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے۔ الرشید ٹرسٹ کے بعد اب الاختر ٹرسٹ پر پابندیاں اور اکاؤنٹس منجمد کرنا انسانی حقوق کی تذلیل کی بدترین مثال ہے۔ مولانا محمد اعظم طارق کا قتل دینی قوتوں کے لیے گہرا زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوگا۔ مولانا اعظم طارق شہید دفاع صحابہ کے مشن کے انتھک اور بہادر جرنیل تھے۔ اُن کے قاتلوں کو گرفتار کر کے سزا نہ دی گئی تو حکومت کو مجرم تصور کیا جائے گا۔ جلسہ کی صدارت مولانا خان محمد ربانی (امیر جمعیت علماء اسلام کراچی) نے کی۔ قاری عبدالغفور مظفر گڑھی، مولانا عبدالقیوم نعمانی، قاری اللہ داد، مفتی مطیع اللہ ہارون، مولانا احتشام الحق احرار، مولانا شبیر احمد، قاری عبدالستار آزاد اور ابو محمد عثمان احرار کے علاوہ دیگر علماء اسٹیج پر موجود تھے۔

مسلمان قرآن وسنت کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں ذلیل ہو رہے ہیں

قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کا قدسیہ مسجد، ناظم آباد کراچی میں خطاب

کراچی (۱۷؍اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے قدسیہ مسجد ناظم آباد نمبرا میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمان، قرآن وسنت کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں ذلیل ہو رہے ہیں۔ دنیا کی محبت اور موت کے خوف نے مسلمانوں کو دینی غیرت اور اسلامی معاشرت سے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی صورت میں بنی نوع انسان کو مکمل قانون عطا فرمایا ہے۔ اسلام میں قانون سازی نہیں، نفاذِ قانون کا حکم ہے۔ الٰہی قوانین میں انسانیت کا ہمہ نوع تحفظ ہے اور انسانی قوانین شخصی وگروہی مفادات کی جنگ کا ذریعہ ہیں۔ حدود اللہ اور سنت رسول ﷺ کا استہزا اور انکار اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حکمران، عافیت وسلامتی کی بجائے مصائب اور عذاب کے راستے پر چل نکلے ہیں۔ جس کا نتیجہ سوائے ہمہ گیر تباہی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو امریکی غلامی سے نکلنے، حقیقی آزادی حاصل کرنے اور ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

پاک فوج کسی قیمت پر عراق نہ بھیجی جائے

مولانا محمد اعظم طارق کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے

ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری کا مجلس شوریٰ ملتان کے اجلاس سے خطاب

ملتان (۱۷؍اکتوبر) شام پر امریکی پابندیاں بلا جواز اور غیر انسانی ہیں۔ امریکہ نے مسلم ممالک کو ختم کرنے کا جو بھیانک خواب دیکھا ہے، وہ کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوگا۔ امریکہ کو صرف مسلمان ہی دہشت گرد کیوں نظر آتے ہیں۔ اگر امریکہ اسی مسلم کش پالیسی پر گامزن رہا تو دہشت گردی کی یہ لہر ایک دن اسے اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے مجلس شوریٰ ملتان کے ایک اجلاس میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت شام پر امریکی پابندیوں کو مسترد کرے تاکہ امریکہ اپنے نو آبادیاتی نظام کو قائم کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکے۔ اجلاس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ پاک فوج کو کسی قیمت پر بھی عراق نہ بھیجے۔ ایک قرارداد میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مولانا اعظم طارق کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچائے۔ اجلاس میں صوفی نذیر احمد، شیخ حسین اختر لدھیانوی، محمد بشیر چغتائی، سعید احمد، محمد حذیفہ، محمد مغیرہ اور خورشید احمد نے شرکت کی۔

عبداللطیف خالد چیمہ کی برطانیہ روانگی

مجلس احرار اسلام پاکستان کے ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ ۲۲؍اکتوبر کو لاہور سے لندن روانہ ہوگئے۔ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ نومبر کے وسط میں واپس آئیں گے۔ برطانیہ قیام کے دوران وہ جماعتی وتنظیمی کام کو منظم کرنے کے علاوہ ممتاز برطانوی علماء کرام اور سرکردہ دینی رہنماؤں سے ملاقاتیں، تحفظ ختم نبوت اور عالمی صورت حال کے حوالے سے باہمی مشاورت کریں گے۔ برطانیہ کے دوست اُن سے درج ذیل ٹیلی فون نمبرز پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

لندن: 0208-4701065 گلاسگو: 0141-9443018-6211325

۱۱ر ستمبر کا واقعہ امریکی حکومت کا ڈرامہ تھا: سابق جرمن وزیر

میونخ (جنگ نیوز) سابق جرمن وزیر ''آندرے واں بلو'' نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ ۱۱ر ستمبر کا واقعہ امریکی حکومت کا ڈرامہ تھا اس کا مقصد افغانستان اور عراق پر حملے کا جواز حاصل کرنا تھا۔ ان کی کتاب ان کے لیکچرز کا مجموعہ ہے جو جرمنی میں سب سے زیادہ بکنے والی کتاب بن گئی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ان شکوک وشبہات پر بحث کی ہے جو اس حوالے سے القاعدہ پر عائد کئے جارہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ القاعدہ پر الزام ۹۹ فیصد غلط ہے۔ ۶۶ سالہ ''بلو'' کی کتاب جرمنی کے سب سے بڑے اشاعتی ادارے نے چھاپی ہے۔ جرمنی کے ایک ٹی وی نے بھی دستاویزی فلم جاری کی ہے جس میں گیارہ ستمبر کے واقعے کی امریکی سازش ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی تقریباً نصف درجن مصنفین نے اپنی کتابوں میں اسی طرح کے نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے کہ گیارہ ستمبر کا واقعہ امریکی حکومت کی اپنی کارستانی تھی جس کا مقصد سیاسی فوائد کا حصول تھا۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''جنگ'' کراچی۔ ۲ر اکتوبر ۲۰۰۳ء)

امریکہ جان لے طاقت کے بل بوتے پر مسائل حل نہیں ہوتے: مہاتیر محمد

بینکاک (آن لائن) ملائشیا کے وزیراعظم مہاتیر محمد نے صدر بش کی تنقید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دوبارہ کہا ہے کہ دنیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ تھائی لینڈ کے مؤقر اخبار ''بینکاک پوسٹ'' کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں مہاتیر محمد نے کہا کہ میرے بیان پر دنیا کا رڈعمل ثابت کرتا ہے کہ دنیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل ایک چھوٹا ملک ہے۔ دنیا میں یہودی کی اکثریت نہیں لیکن وہ اتنے گستاخ ہیں کہ پوری دنیا کو خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ لوگ اقوام متحدہ کی بھی پروا نہیں کرتے کیونکہ انہیں ان لوگوں کی حمایت حاصل ہے۔ مہاتیر نے کہا کہ امریکہ کو یہ جان لینا چاہیے کہ طاقت کے بل بوتے پر مسائل حل نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ دنیا بھر میں امریکی سفارت خانوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جس کی وجہ امریکیوں کے خلاف نفرت میں اضافہ ہے۔ امریکہ کی خارجہ پالیسی کی بنیاد یہ ہے کہ وہ ہر کام طاقت کے بل بوتے پر کرتے ہیں۔ اگر آپ ایک جمہوری ملک نہیں ہیں تو وہ (امریکہ) پر پابندیاں لگا دے گا۔ لیکن میرے خیال میں طاقت کے ذریعے جمہوریت لانا درست نہیں۔ آپ کسی پر جمہوریت مسلط نہیں کرسکتے۔ مہاتیر نے ۱۱ ستمبر کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ لوگ کیوں طیاروں کو بلند و بالا عمارتوں سے ٹکراتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ فوجی دباؤ استعمال کرسکتے ہیں لیکن وجوہات کا کھوج لگانا چاہیے۔ مہاتیر نے کہا کہ آپ میرے ایک شہری کو ہلاک کریں گے تو میں آپ کے سو شہری ماروں گا لیکن یہ قتل وغارت گری مسائل کا حل ثابت نہیں ہوسکتی۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''خبریں'' ملتان۔ ۲۲ر اکتوبر ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆

ساغراقبالی

آخری صفحہ

☆ خاندانِ مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو جب تختِ شاہی سے اتار کر لے جانے لگے تو وہ درو دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے جاتے تھے۔ محل سے نکلتے وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا۔

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا
اس کی بلا سے بوم رہے یا ہما رہے

☆ مجید لاہوری ایک عظیم شاعر اور دلچسپ انسان تھے۔ ایک بار وہ مشاعرے میں بیٹھے پھبتی کس رہے تھے کہ ایک کہنہ مشق بزرگ شاعر کی باری آ گئی۔ مشاعرے میں ''بات کیا کیا' رات کیا کیا'' کی زمین میں اشعار پڑھے جا رہے تھے۔ بزرگ شاعر نے پہلا مصرع پڑھا:

یہ دل ہے، یہ جگر ہے، یہ کلیجہ ہے

مجید لاہوری نے شعر اس طرح مکمل کیا:

قصائی دے گیا ہے سوغات کیا کیا

☆ مجید لاہوری بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں چینی کی قلت تھی۔ میں کراچی میں زیرِ علاج تھا۔ انہی دنوں مجھے شوگر بھی آتی تھی۔ اس دوران' اتفاق سے حاجی لق لق کراچی وارد ہوئے۔ جب وہ لاہور واپس گئے تو انہوں نے ''زمیندار'' کے فکاہیہ کالم میں لکھا۔

بخت ور ہے مجید لاہوری
جس کو گھر بیٹھے شوگر آتی ہے

☆ آغا شورش کاشمیری' جنابِ احسان دانش کے شاگرد تھے۔ آخر عمر تک ''دانش گاہ'' انارکلی میں حاضری دیتے رہے۔ آغا صاحب' سلام کر کے بڑے ادب کے ساتھ نیچے دری پر بیٹھ جاتے۔ استاد کے سامنے سر اونچا نہ کرتے۔ جنابِ احسان دانش کہتے ''آغا صاحب! سر تو اونچا کیجیے!'' آغا صاحب اسی حالت میں سر جھکائے ہوئے کہتے۔ ''استاد! آپ کی دعا سے اونچا ہے......!'' تازہ نظم استاد کی خدمت میں پیش کرتے۔ استاد کہتے: ''آغا صاحب! اب تو آپ خود استاد ہیں' آپ کو اصلاح کی ضرورت ہے؟'' آغا صاحب کہتے: ''استاد! تبرکاً دیکھ لیجیے! میری تشفی ہو جائے گی۔''

(روایت سید یونس الحسنی)

Adarts-HRA-4/2003

بیاد
مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء

بانی
ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ ملتان

کی توسیع کیلئے قطعہ اراضی کی خرید جس کا تخمینہ 25 لاکھ روپے ہے اہل خیر احباب و متعلقین فوری توجہ فرمائیں اور رمضان میں اس منصوبہ کو مکمل فرمائیں۔ شوال میں ہمیں یہ رقم بہر صورت ادا کرنی ہے۔

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ ملتان
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017، یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

* الحمد للہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں * 7 اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں * 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں * طالبات کیلئے جامعہ بستان عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے * مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے * ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں۔ * 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں * مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے۔

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت
سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎ 061-511961

MADRASAH MAMURAH
Dar-e-Bani Hashim Mehrban Colony, Multan-Pakistan. Tel # 061-511961, 0300-6326621
Current Account # 3017-2 U.B.L. Kutchery Road, Multan.